نور المصابیح

فخر العلماء والمحدثین واقفِ رموزِ شریعت ودین
حضرت مولانا ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی
مجددی قادری محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ

18

ناشر
ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر، تاڑبن، X روڈ، حیدرآباد، الہند
www.ziaislamic.com
zia.islamic@yahoo.co.in

17/150 باب فضائل سید المرسلین[1]

صلوات اللہ وسلامہٗ علیہ

سید المرسلین کے فضائل کا بیان، اللہ جن کی شان وعظمت اور پاکیزگی بیان کرتا ہے اللہ بزرگ وبرتر کا ارشاد ہے: **"وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ"** اور لیکن آپ اپنے رب کی نعمت کو خوب بیان فرمائیں۔

381/6923 حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں بنی آدم کے یکے بعد دیگرے بہترین خاندانوں میں سے بھیجا گیا ہوں[2]، یہاں

---

1 **باب قولہ فضائل سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔** اس بات کا یقین رکھو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور آپ کے شمائل وصفات اور آپ کی شرافت وکرامت کا بیان وشمار ناممکن بلکہ اس کا احاطہ کرنا طاقت سے باہر ہے، اور اس باب میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ آپ کے شمائل کی ایک مہک اور آپ کے فضائل کی ایک جھلک ہے، جس سے آپ کے بے حساب کمال خصائل وتمام فضائل کا اندازہ ہوتا ہے۔ (مرقات)

2 **قولہ بعثت من خیر قرون بنی آدم الخ۔** تم اس بات کو یاد رکھو اس حدیث شریف میں خاندانوں کی خیریت اور آنے والی حدیث میں خاندان کے اصطفاء وانتخاب کا جو ذکر ہے وہ دین کے اعتبار سے نہیں بلکہ خصائل حمیدہ کے اعتبار سے بھی ہے۔

وقولہ قرنا فقرنا۔ ایک قول کے مطابق یہ لفظ خیر سے حال واقع ہے اور فقرنا میں لفظ ف ہر آنے والے خاندان کی سابق خاندان کی نسبت ترتیب وارترقی کو بتاتا ہے۔ (ظہور کے قریب تر زمانہ کی وجہ سے)

القرن۔ قرن کی نسبت لوگوں کی طرف ہو تو اس سے مراد ایک زمانے کے لوگ ہیں، اور کتاب شرح السنۃ میں ہے قرن سے

تک کہ میں اس خاندان میں سے ظاہر ہوا جس میں سے تھا۔[1] (بخاری)

مراد کسی طبقے کے وہ لوگ ہیں جو ایک زمانہ میں ایک دوسرے کے ساتھ رہتے ہیں۔ اور اسکو قرن اس لئے کہا جاتا ہے کہ ایک قوم دوسری قوم سے جڑی ہوئی ہوتی ہے، اور ایک جہاں دوسرے جہاں سے ملا ہوا ہوتا ہے، اور یہ قرنت کا مصدر ہے، مگر اب وہ ایک مقررہ وقت کا نام ہے یعنی زمانہ کی ایک مقدار کا نام رکھ دیا گیا ہے۔

ایک قول کے مطابق قرن اسی (۸۰) سال کا ایک قول میں چالیس (۴۰) سال کا اور ایک قول کے مطابق قرن (۱۰۰) سال کا ہوتا ہے، اور یہاں قرن سے مراد معنیٰ اول (ہم زمانہ لوگ) مراد ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ میں اولادِ آدم کے بہترین طبقات میں سے طبقہ در طبقہ بھیجا گیا ہوں۔ (مرقات)

[1] **وقولہ حتی کنت من القرن الذی کنت فیہ.** یعنی آپ اس زمانہ میں ظاہر ہوئے جس میں تھے۔ علامہ ابن جوزی کتاب الوفاء میں کعب احبار سے ایک روایت لائے ہیں آپ نے کہا کہ اللہ بزرگ و برتر نے جب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو جبریل علیہ السلام کو حکم دیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر شریف کی جگہ کی ایک مٹھی سفید مٹی لائے اور تسنیم کے پانی سے اسکو گوندا گیا اور جنت کی نہروں میں اسکو ڈبویا گیا اور آسمانوں میں اسکو طواف کرایا گیا تو فرشتوں نے آدم سے پہلے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا پھر نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں دکھایا گیا، اور آدم علیہ السلام سے کہا گیا، اے آدم یہ آپ کی اولاد میں تمام پیغمبروں کے سردار ہیں۔ اور جب حواء علیہا السلام کو حضرت شیث علیہ السلام کا حمل قرار پایا تو یہ نور آدم علیہ السلام سے حواء علیہا السلام میں منتقل ہوا، اور حضرت حواء کو ہر حمل میں دولڑکے پیدا ہوتے تھے سوائے شیث علیہ السلام کے، کیونکہ حضرت شیث علیہ السلام، اکیلے پیدا ہوئے، اس میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی و کرامت کی خاطرداری تھی پھر یہ نور مبارک پاک اصلاب میں سلسلہ بہ سلسلہ منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب سے بی بی آمنہ میں منتقل ہوا، اور بی بی آمنہ سے آپ کی ولادت مبارکہ ہوئی۔ (مرقات)

382/6924 حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے شاید وہ کوئی چیز سنے تھے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمائے **من أنا**۔ میں کون ہوں تو صحابہ نے کہا آپ رسول اللہ ہیں، آپ نے فرمایا: میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں، اللہ تعالی مخلوق کو پیدا کیا[1]، تو مجھے ان میں سے سب سے اچھوں میں رکھا، پھر ان اچھوں کی دو جماعتیں بنایا اور مجھے ان کی اچھی جماعت میں رکھا پھر ان کے قبیلے بنایا تو مجھے اچھے قبیلہ میں رکھا، پھر ان کے گھر بنایا تو مجھے ان کے اچھے گھر میں رکھا، پس میں ان سب میں سب سے اچھا انسان اور سب سے اچھے گھر والا ہوں۔ (ترمذی)

383/6925 حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہوں اللہ تعالی نے حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے کنانہ کا انتخاب کیا اور کنانہ میں سے قریش کا انتخاب فرمایا اور قریش میں سے بنی ہاشم کا انتخاب کیا اور بنی ہاشم میں سے میرا انتخاب فرمایا۔ (مسلم)

1 **قوله ان الله خلق الخلق**. اس سے مراد انسان اور جنات ہیں۔ **قوله فجعلهم في خيرهم**. خیر سے مراد انسان ہیں۔ **قوله فرقتين** اس سے مراد عرب و عجم ہیں۔ **قوله فجعلني في خيرهم قبيلةً**، اس سے مراد قبیلہ قریش ہے۔ **وقوله ثم جعلهم بيوتا**. بیوت سے مراد بطون ہیں۔ **وقوله فجعلني في خيرهم بيتا**. سے مراد بطون کی شاخ بنی ہاشم ہیں۔ (مرقات)

384/6926 ﴾ اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسماعیل کا انتخاب فرمایا اور اسماعیل کی اولاد میں سے کنانہ کا انتخاب فرمایا۔ (ترمذی)

385/6927 ﴾ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری مثال اور پیغمبروں کی مثال[1] ایسے محل کی مثال ہے جسکی تعمیر بہت خوبصورت ہے، اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی دیکھنے والے اس کے اطراف گھومتے ہیں اور اسکی حسن تعمیر پر تعجب کرتے ہیں، سوائے ایک اینٹ کی جگہ کے، اور میں اس اینٹ کی جگہ کو پُر کیا، اور مجھ سے اس کی تعمیر ختم ہوئی اور رسولوں کا سلسلہ بھی مجھ پر ختم ہوگیا۔ 386/6928 ﴾ اور ایک روایت میں ہے: وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبین ہوں۔ (متفق علیہ)

---

1 ﴾ **مثلی ومثل الأنبیاء کمثل قصر الخ**. علامہ طیبی نے فرمایا یہ تمثیلی تشبیہ ہے۔ اس میں انبیاء علیہم السلام اور ان کی لائی ہوئی ہدایت ان کا علم اور ان کا بندگانِ خدا کی مکارم اخلاق کی طرف رہنمائی کرنے کو ایک ایسے محل سے تشبیہ دی گئی ہے جسکی تعمیر مضبوط اور خوبصورت ہے لیکن اس میں ایک اینٹ کی جگہ جو اس میں خوبصورتی اور خوبی لاتی ہے اور اسکے خلل وضرر کو دور کرتی ہے چھوڑی ہوئی ہے، اور اب اس خلل کو بند کرنے کے لئے اور اسکی اصلاح کے لئے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا گیا۔ آپ اس عمارت کی بنیادوں کو قائم کرنے میں بھی اور اسکی تعمیر میں بھی ان پیغمبروں کے ساتھ شریک وشامل رہے ہیں۔ اور یہ مفہوم اس صورت میں ہے جب کہ اس میں استثناء منقطع ہو، اور اس میں معنی کا لحاظ کرتے ہوئے، یہ استثناء متصل بھی ہوسکتا ہے، کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ ساری عمارت پر تعجب کا اظہار کر رہے ہیں سوائے اس ایک اینٹ کی جگہ کے اس جگہ کو پُر کرنے اور اس عمارت کو درست کرنے والی شئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ محبوبیت اور آپ کی وہ شان حقیقۃ الحقائق ہے جو اہل عرفان کا مقصود ہے، اور اس میں اس حدیث شریف کی طرف بھی اشارہ ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**بعثت لأتمم مکارم الاخلاق**" میں مکارم اخلاق کو مکمل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ (مرقات)

387/6929 ﴿ حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ نے مجھے مکارم اخلاق ؎ کو پورا کرنے اور اچھے افعال کو مکمل کرنے کیلئے بھیجا ہے۔ (شرح السنہ)

388/6930 ﴿ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میں اللہ کے ؎ پاس خاتم النبیین لکھا ہوا تھا جب کہ آدم اپنی خمیر میں پڑے ہوئے تھے اور میں تم کو میری ابتداء بتاتا ہوں، میں ابراہیم کی دعا اور عیسیٰ کی بشارت اور میں وہ نظارہ ہوں جو میری والدہ نے میری پیدائش کے وقت دیکھا تھا ؎ کہ ان کے لئے ایک ایسا نور چمکا جس کی وجہ سے ملک شام کے محلات ان کے لئے روشن ہوگئے تھے۔ (شرح السنہ)

---

1 ﴿ **قولہ مکارم الاخلاق.** اخلاق سے مراد احوال (امور باطنی) ہیں چنانچہ اس کے مقابلہ میں جو کمال محاسن افعال کو لایا گیا ہے، افعال سے امور ظاہرہ جیسے عبادات اور اچھی باتیں مراد ہیں۔ محاسن حسن کی جمع ہے اور یہ خلاف قیاس ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی شریعت میں فضیلت والے کام اور طریقت میں کمال والے احوال ہیں۔ (مرقات)

1 ﴿ **قولہ:. ان آدم لمنجدل.** یہ لفظ جدل سے مشتق ہے، جدل کے معنی کسی چیز کو سخت زمین میں ڈال دینا، یعنی آپ ابھی اپنی خمیر میں ہی تھے۔ وقولہ **ساخبرکم باول امری.** یعنی دنیا میں میری نبوت کے ظہور کی ابتداء اور ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے میری رفعت وسربلندی کا ذکر۔

وقولہ دعوۃ ابراھیم. دعوۃ کی ۃ کو پیش ہے اور اصل میں "**ھو دعوۃ ابراھیم**" ہے یعنی آپ ابراہیم علیہ السلام کی وہ دعا ہیں جو کعبہ کی تعمیر کے موقعہ پر آپ نے کی تھی، اور فرمایا تھا **ربنا وابعث فیھم رسولا منھم.** اے ہمارے پروردگار تو ان میں ان ہی سے رسول مبعوث فرما اور اللہ نے آپ کی دعا کو قبول فرمایا۔ (مرقات)

3 ﴿ **قولہ التی رأت الخ.** علامہ طیبی وغیرہ نے فرمایا: یہ نظارہ خواب میں اور بیداری میں دونوں وقت بھی دیکھا ہو دونوں کا احتمال ہے، خواب میں دیکھنے کی صورت میں یہ واقعہ وضع حمل کے قریب وقت میں ہوا ہو، جیسا کہ علامہ ابن جوزی نے

389/6931 حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا: کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے لئے نبوت سے کب سرفرازی ہوئی[1]، تو آپ نے فرمایا اس وقت سے جب کہ آدم روح اور جسد کے درمیان میں تھے۔ (ترمذی)

390/6932 حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام پیغمبروں پر اور آسمان والوں پر فضیلت عطا فرمایا، تو لوگوں نے کہا اے ابو عباس! اہل آسمان پر اللہ نے کس چیز سے آپ کو فضیلت عطا فرمایا، تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل آسمان سے فرمایا[2]، جو کوئی ان میں سے یہ کہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود ہے تو ہم اس کے بدلہ میں اس کو جہنم میں ڈالیں گے اور ہم ظالموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔
اور اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: ہم نے آپ کے لئے فتح مبین کھلی کامیابی عطا فرمایا تا کہ آپ کے لئے اگلے پچھلے ہر زمانہ میں وہ آپ کے درجات کو بلند کرتا رہے۔

کتاب الوفاء میں روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ نے جب ولادت کا وقت آ گیا تو دیکھیں کہ ایک آنے والا آیا اور کہا بولو **أعیذہ بالواحد من شرکل حاسد** میں اس کو ہر حسد کرنے والے کے شر سے خدائے واحد کی پناہ میں دیتی ہوں۔ (کتاب الوفاء)

قولہ قد خرج لها نور اضاء لها منه قصور الشام۔ اور اس نور سے مراد مشرق ومغرب کے درمیان نور نبوت کا ظہور ہے، جس سے کفر وضلالت کی تاریکی مضمحل ہوگئی اور چھٹ گئی۔ (مرقات)

[1] **قولـه وجبت الخ۔** مطلب یہ ہے کہ میری نبوت اسوقت بھی تھی جب کہ حضرت آدم روح اور جسم کے درمیان تھے یعنی حضرت آدم کا جسم بغیر روح کے زمین پر رکھا ہوا تھا، یعنی حضرت آدم کی روح اور جسد کے درمیان باہم تعلق سے پہلے سے میری نبوت ہے۔ (مرقات)

[2] **قولہ ان اللہ تعالیٰ قال لأهل السماء۔** علامہ طیبی نے فرمایا: اہل آسمان سے اس خطاب کی عظمت اور اسکی جلالت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت معلوم ہوتی ہے، اور ایک ایسی چیز کو فرض کر کے گفتگو کرنا جو اہل آسمان سے ہو ہی نہیں سکتی اور اس کو واقعہ کی طرح قرار دیکر اس پر سخت وعید سے آگاہ کرنا، جب کہ وہ شرک کر نہیں سکتے اور ان کی طرف شرک کی نسبت سے وہ بالکل دور ہیں، تو یہ اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور اس کے جلال کے اظہار کے لئے ہے۔ جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: "**وجعلوا بينه وبين الجنة نسبا**" انہوں نے اللہ کے اور جنات کے درمیان نسب کو قائم کیا، اللہ تعالیٰ کا یہ خطاب ان کی تحقیر اور ذلت کے اظہار کے لئے ہے۔

صحابہ عرض کیئے اور انبیاء پر آپ کی فضیلت؟ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔"**وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه ليبين لهم فيضل الله من يشاء**"ہم نے ہر رسول کوان کی قوم کی زبان میں بھیجا[1] تاکہ وہ ان کے لئے بیان کریں، اور اللہ جسکو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: "**وما ارسلنك الا كافته للناس**" اور ہم نے آپ کو تمام انسانوں کی طرف بھیجا،اس نے آپ کو جن وانس سب کی طرف بھیجا ہے۔(دارمی)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خطاب میں ملاطفت اور نرمی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو صادر ہوا اور یا ہوگا،اس سے آپ کے درجات کی بلندی کا اعلان اور فتح مکہ کو مغفرت ونصرت اور اتمام نعمت اور صراط مستقیم کی طرف لوگوں کی ہدایت اور مسلمانوں کے قلوب میں نزول سکینت کی علت وسبب بنانا،ان سب باتوں سے آپ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں سے وعید کے خطاب میں سختی کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ خطاب میں نرمی اور ملاطفت کو اختیار کیا یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کے اظہار کے لئے ہے۔(مرقات)

1 **قوله قال الله تعالیٰ وما ارسلنا من رسول الخ**۔ علامہ طیبی نے فرمایا:اب رہا آپ کی تمام انبیاء پر فضیلت کا بیان تو یہ آیت بتارہی ہے کہ ہر نبی ایک مخصوص قوم کی طرف بھیجے جاتے رہے ہیں،اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں کی طرف بھیجے گئے ہیں،اوراس میں کوئی شبہ نہیں کہ انبیا علیہم السلام مخلوق کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرنے اور مسلمانوں کو تاریکیوں سے نکال کر نور حق کی طرف لانے کے لئے اور بت پرستی سے چھڑا کر علیم وخبیر مالک حقیقی اور معبود

391/6933 ﴾ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئیں ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں، ایک مہینہ کی مسافت کے رعب سے میری مدد کی گئی[1]، اور میرے لئے زمین مسجد اور پاک کرنے کا ذریعہ بنادی گئی[2]، پس میری امت میں سے جس کسی شخص کے لئے نماز آجائے تو وہ وہیں نماز پڑھ لے اور اموالِ غنیمت

برحق کی عبادت کی طرف لانے کیلئے مبعوث کیے گئے، اس عمل میں جن کی تاثیر جس قدر زیادہ ہوگی ان کی فضیلت بھی اسی قدر زیادہ ہوگی، اور ان سب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیر سب سے زیادہ ہے۔ اور آپ نے سبقت کے آخری نشانہ کو پار کرلیا ہے، کیونکہ آپ کسی ایک قوم اور کسی ایک زمانہ کے لئے خاص نہیں بلکہ آپ کی شریعت اور آپ کا دین زمین کے مشارق ومغارب میں پھیلا اور ہر مقام ومکان میں پہنچ گیا اور یہ تاثیر ہر زمانہ میں برابر جاری وساری ہے اللہ تعالیٰ اس دین کے شرف وعزت میں ہمیشہ اضافہ پر اضافہ کرتے رہے، ساری فضیلت اول وآخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی حاصل ہے۔ تمام قرآنی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جن وانس کی طرف مبعوث فرمایا ہے۔ (مرقات)

1 ﴾ **قولہ نصرت بالرعب مسیرۃ شھر.** اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے دلوں میں آپ کا خوف ڈال دیا آپ کے اور ان کے درمیان کسی وادی میں ایک مہینہ کی مسافت اور فاصلہ ہوتا تو دشمن گھبرانے لگتے تھے۔ (مرقات)

2 ﴾ **وجعلت لی الأرض مسجدا وطھورا.** کتاب شرح السنہ میں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب کے لئے نماز ان کے گرجوں کنیسوں کے سوا کسی دوسری جگہ پڑھنا جائز نہیں تھا، لیکن اللہ بزرگ وبرتر نے اس امت کے لئے آسانی اور سہولت کی غرض سے جہاں بھی وہ ہوں نماز پڑھنے کو جائز کردیا، سوائے حمام مقبرہ اور نجس مقامات کے کہ وہ اس میں نہ پڑھیں۔

قولہ طھورا. اس سے تیمم کرنا مراد ہے۔ البتہ حمام اور مقبرہ سے متعلق تفصیل ہے جسکو ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ ایک دوسری بات یہ ہے کہ زمین کے جس حصہ کے پاک ہونے کا یقین ہوتا پہلے کے لوگ اسی جگہ نماز پڑھتے تھے، لیکن اب خاص طور پر ہمارے لئے اس زمین کو چھوڑ کر جس کی نجاست کا یقین ہے ماقی ساری زمین پر نماز پڑھنا جائز کردیا گیا اور اس کی صراحت کردی گئی کہ یہ حکم عام ہے کہ کوئی بھی شخص جہاں کہیں بھی ہو اسکو نماز کا وقت مل جائے اسی جگہ وہ نماز پڑھ لے۔ (مرقات)

میرے لئے حلال کردئے گئے ہیں[1]، جب کہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں تھے، اور مجھے شفاعت (عظمٰی) عطا کی گئی[2]، اور ہر نبی اپنی خاص قوم کے طرف بھیجے جاتے تھے اور میں تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ (متفق علیہ)

392/6934 ﴿ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تمام انبیاء پر چھ (۶) چیزوں سے فضیلت دی گئی[3]، مجھے جوامع الکلم دئے گئے ہیں[4]، اور رعب کے

1﴾ **واحلت لی الغنائم.** اور یہ مال غنیمت ہے جو کفار سے لیا گیا ہے۔
وقولہ ولم تحل لا حد قبلی. اس سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں، (ان کے لئے غنائم جائز نہیں تھے) کیونکہ ان کے اموال غنیمت کو کھلے مقام پر رکھ دیا جاتا تھا اور ایک آگ آکر اس کو جلا دیتی تھی ہمارے علماء میں سے بعض شارحین نے اسی طرح بیان کیا ہے، اور علامہ ابن الملک نے فرمایا: اس سے مراد پہلے کی امتیں ہیں جب ان کو مال غنیمت میں حیوانات وچوپائے ملتے تو وہ انبیاء علیہم السلام کے لئے حلال نہیں تھے، بلکہ وہ صرف مجاہدین غانمین کی ملک ہوتے تھے لیکن ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص طور پر اس کو حلال کیا گیا کہ آپ اس میں سے خمس اور ایک خاص حصہ لیتے تھے۔ البتہ جب سابق امتوں میں حیوانات کے سوا دوسرے اموال غنیمت ملتے تھے تو ایک کو اس جگہ جمع کردیتے اور ایک آگ آکر اس کو جلا دیتی تھی۔

اقول. میں کہتا ہوں کہ اموال غنیمت کو آگ میں ڈال دینے اور جلا دینے میں یہ حکمت ہو کہ انسان جہاد کرنے میں اپنی نیت اچھی رکھے اور اپنے باطن میں اخلاص پیدا کرے اللہ تعالیٰ بندوں کو خوب جانتا ہے اور وہ اپنے بندوں کے ساتھ بہت مہربان ہے۔ (مرقات)

2﴾ **قولہ واعطیت الشفاعة.** الشفاعة میں الف لام عہدی ہے اس سے شفاعت عامہ عظمٰی مراد ہے۔ جو بندوں کو میدان حشر سے چھٹکارا اور راحت وآرام پہنچانے کے لئے ہے، جس کو مقام محمود سے تعبیر کیا گیا ہے، جس پر اولین وآخرین سب رشک کریں گے۔ (مرقات)

3﴾ **قولہ فضلت علی الانبیاء بست.** علامہ توربشتی نے فرمایا: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں بخمس آیا (پانچ چیزوں سے فضیلت دی گئی ہے) ان دونوں میں کسی قسم کا تضاد نہیں ہے کیونکہ یہ اختلاف آپ کے ارشاد کے

ذریعہ میری مدد کی گئی ہے، اور غنیمتیں میرے لئے حلال کردی گئی ہیں، اور زمین میرے لئے مسجد اور طہارت کا ذریعہ بنادی گئی اور میں ساری مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں[1]، اور مجھ سے نبیوں کو ختم کردیا گیا[2]۔ (مسلم)

زمانہ کا اختلاف ہے اور بخمس کی حدیث بعثت سے پہلے کی ہے جب آپ کے لئے پانچ چیزوں سے فضیلت عطا کی گئی تو آپ نے اس کا اعلان فرمایا پھر اس میں چھٹویں خصوصیت کا اضافہ کیا گیا تو آپ نے چھ کا ذکر فرمایا اور صاحب خلاصہ نے فرمایا: پانچ یا چھ کا ذکر موقعہ ومحل کی مناسبت سے ہے، اور علامہ کرمانی نے فرمایا ان جیسے مقامات میں بڑا عدد چھوٹے عدد کے منافی نہیں ہوتا، اور حق بات تو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل وخصائل اسقدر زیادہ ہیں کہ ان کو شمار نہیں کیا کیا جاسکتا۔ آپ نے ہر مقام پر اس مقام کی مناسبت سے ذکر فرمایا ہے اس میں حصر مقصود نہیں ہے۔

(ماخوذ از: مرقات)

4 **قوله جوامع الکلم.** اس سے ایسی قوت مراد ہے جس کے ذریعہ سے وسیع تر معانی کو مختصر الفاظ میں بیان کردیا جاتا ہے، چنانچہ میں بکثرت معانی ومفاہیم کو تھوڑے سے کلمات میں بیان کردیتا ہوں۔ (مرقات)

1 **وارسلت الی الخلق کافة.** یعنی ساری موجودات جن وانسان فرشتے اور تمام حیوانات وجمادات کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ (مرقات)

2 **وختم بی النبیون.** یعنی انبیاء علیہم السلام کے وجود کو ختم کردیا گیا۔ اب میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تشریف لانے اور مکمل دینی نظام کو قائم کرنے اور اسکی خدمت کرنے سے اس حدیث پر کوئی اشکال نہیں ہوتا بلکہ تمہارے لئے یہ حدیث شریف ساری مخلوقات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی کے لئے کافی ہے، اور آپ کی ساری مخلوقات پر فضیلت کی گواہی دے رہی ہے۔ علامہ طیبی نے فرمایا: وحی کا دروازہ بند کردیا گیا اور رسالت کا راستہ بھی بند کردیا گیا اور ختم کردیا گیا، اور اطلاع دیدی گئی ہے کہ اب لوگوں کے لئے حجت تام ہوگئی، اور دین مکمل ہوگیا، اس کے بعد جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "**الیوم اکملت لکم دینکم**" دعوت کے لئے اب رسولوں کو بھیجنے کی ضرورت نہیں رہی۔

اب رہا الہام کا دروازہ وہ بند نہیں ہوگا۔ الہام نفوس کاملہ کے لئے مدد ہے اور یہ ختم ہوگا نہیں کیونکہ تاکید وتجرید اور تذکیر کے واسطے ہمیشہ اسکی ضرورت ہے اور اب لوگوں کے لئے رسالت ودعوت کی ضرورت نہیں رہی، مگر چونکہ وہ وساوس میں گھرے ہوئے ہوتے ہیں اور خواہشات میں منہمک رہتے ہیں تو ان کو تذکیر وتنبیہ کی ضرورت باقی ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے جب اپنی حکمت کی بناء پر وحی کا دروازہ بند کردیا تو بندوں پر اپنی لطف ومہربانی سے الہام کے دروازے کو کھول دیا ہے۔ (مرقات)

393/6935 اور ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے جوامع الکلم کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور رعب کے ذریعہ میری مدد گئی ہے اور میں سورہا تھا کہ میں اپنے کو دیکھا کہ میرے پاس زمین کے خزانوں کی کنجیاں لائی گئیں[1]، اور وہ میرے ہاتھ میں رکھدی گئیں۔(متفق علیہ)

394/6936 حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ نے میرے لئے زمین کو ایک جگہ سمیٹ دیا[2]، تو میں اس کے مشارق ومغارب کو دیکھا، عنقریب میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچ جائیگی جہاں تک میرے لئے وہ سمیٹ دی گئی۔ اور مجھے سرخ وسفید[3] دونوں خزانے عطا کئے گئے، اور میں اپنے رب سے سوال کیا کہ امت کو عام خشک سالی سے ہلاک نہ کرے[4] اور ان پر ان کے غیر سے کوئی ایسا دشمن جوان کے بیچ کو ختم کردیتا ہو مسلط نہ کرے،

---

1. قولہ: أتیت بمفاتیح خزائن الأرض. کتاب نہایہ میں ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے اور آپ کی امت کے لئے متعدد ملکوں کو فتح کرنا اور قسم قسم کے خزانے نکالنا آسان کردیا ہے۔(مرقات)

2. قولہ زوی لی الأرض. یعنی میرے خاطر زمین کو ایک جگہ جمع کردیا گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نے آپ کے خاطر زمین کو لپیٹ دیا اور اس کو اسطرح ایک جگہ کردیا کہ وہ آپ کی نظر کے آئینہ میں ایک ہتیلی کی طرح ہوگئی اسی لئے آپ نے فرمایا میں اس کے مشارق ومغارب کو یعنی ساری زمین کو دیکھ لیا۔(مرقات)

3. قولہ الأحمر والأبیض. ترکیب میں یہ دونوں لفظ اپنے ماقبل یعنی سونے اور چاندی کے دو خزانوں سے بدل ہیں۔ علامہ تورپشتی نے فرمایا: احمر وابیض یعنی سرخ وسفید سے فرار قیصر وکسریٰ کے خزانے ہیں، کیونکہ ممالک کسریٰ کی حکومتوں کا سکہ عام طور پر دینار (سونے کا) تھا اور ممالک قیصر کا سکہ عام طور پر درہم (چاندی کا) تھا۔(مرقات)

4. قولہ أن لا یھلکھا بسنة عامة. اس سے ایسا قحط مراد ہے جو مسلمانوں کے تمام ملکوں کو گھیر لے۔ اور علامہ طیبی نے فرمایا: سنة کا لفظ قحط اور خشک سالی کے معنی میں ہے اور یہ لفظ عموماً خشک سالی کے زمانہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

قولہ وان لا یسلط علیھم عدوا. اس میں عدو سے مراد کفارہ ہیں۔

تو میرے رب نے فرمایا: اے محمد جب میں کوئی فیصلہ کرتا ہوں[1] تو وہ رد نہیں ہو سکتا اور میں آپ کی امت کے لئے یہ عطا کیا ہوں کہ ان کو عام خشک سالی کے ذریعہ ہلاک نہیں کروں گا، اور ان کے غیر سے کوئی ایسا دشمن ان پر مسلط نہیں کروں گا جو ان کے بیج کو ختم کردے، اگرچیکہ ان کے خلاف وہ زمین کے سارے کناروں سے جمع ہو جائیں، امت آپس میں ایک دوسرے کو ہلاک کرے گی اور ایک دوسرے کو قید کرے گی۔ (مسلم)

قولہ من سوی أنفسھم۔ یہ ترکیب میں عدو (دشمن) کی صفت ہے۔ اور کائنا کے متعلق ہے۔ یعنی ایسا دشمن جو ہمارے اندر کا نہ ہو۔ یہ قید آپ نے اس لئے لگائی کہ آپ نے پہلے ایسا سوال فرمایا تھا کہ (آپس میں بھی نہ لڑیں)، تو اس طرح کے سوال سے روکدیا گیا تھا اور آگے آنے والی حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔

قولہ فیستبیح۔ اس کا فاعل عدو ہے اور یہ لفظ واحد اور جمع دونوں طرح سے استعمال ہوتا ہے۔

قولہ بیضتھم۔ علامہ ابن ملک نے فرمایا اس سے مراد ایسا دشمن ہے جو امت کی اجتماعیت کو ختم کردے، اور نسل کشی کو مباح اور جائز قرار دیدے۔ اور ایک شارح نے فرمایا: یعنی ایسا دشمن جو مسلمانوں کی اجتماعیت کو اکھاڑ پھینک دے۔ علامہ طیبی نے فرمایا بیضۃ سے مراد امت کی اجتماعیت اور ان کا مرکز اقتدار ہے۔ (مرقات)

1﴾ **قولہ إنی قضیت قضاء**۔ یعنی جب میں کوئی قطعی فیصلہ کرتا ہوں تو وہ کسی بھی چیز سے رد نہیں ہو سکتا اسکے برخلاف ایسا کوئی حکم جو کسی چیز کے ہونے یا نہ ہونے کی شرط کے ساتھ معلق کیا جائے تو وہ اس چیز کے پائے یا نہ پائے جانے کے ساتھ معلق رہیگا اور یہ مسئلہ باب الدعاء میں تحقیق کے ساتھ بیان کیا جا چکا ہے۔

علامہ مظہر نے فرمایا: اس بات کو تم جانو! اللہ تعالیٰ کے فیصلے اپنی مخلوق میں دو قسم کے ہیں ایک مبرم (قطعی) دوسرا کسی کام کے ساتھ معلق مثلاً اگر وہ فلاں کام کرے گا تو ایسا ایسا ہوگا اور اگر وہ فلاں کام نہیں کرے گا تو ایسا نہیں ہوگا اور یہ ان احکام میں سے ہے جس میں محو و اثبات ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا اپنی کتاب محکم میں ارشاد ہے "**یمحو اللہ ما یشاء ویثبت**" اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے۔

واما القضاء المبرم۔ (قطعی فیصلہ) اللہ تعالیٰ نے ازل میں جو تقدیر لکھ دی اور اس کو کسی کام سے معلق نہیں فرمایا وہ قضاء مبرم ہے وہ ہو کر رہتا ہے، اس میں کسی حالت میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا، اور وہ مخالف و موافق کسی پر موقوف نہیں رہتا، وہ اللہ کے علم ما کان وما یکون میں ہے، اور اللہ کے علم کے خلاف کسی چیز کا ہونا محال ہے، اور یہ ان امور میں سے ہے جن میں محو و اثبات نہیں ہوتا۔ اللہ

395/6937 حضرت سعد رضی اللہ تعالی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد بنی معاویہ کے پاس سے گزرے اس میں داخل ہوئے اور دو رکعت نماز پڑھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھے اور آپ پروردگار سے طویل دعاء کئے پھر فارغ ہوکر فرمائے میں اپنے رب سے تین چیزوں کا سوال کیا تو اس نے مجھے دو چیزیں عطا کیا اور ایک سے منع فرمایا۔ میں اس سے سوال کیا کہ تو میری امت کو قحط سالی سے ہلاک نہ کرے تو اس نے مجھے یہ عطاء کردیا، اور میں سوال کیا کہ میری امت کو غرق کرکے ہلاک نہ کرے تو یہ بھی مجھے عطا فرمایا اور میں نے اس سے سوال کیا کہ آپس میں جنگ نہ ہو تو اس نے مجھے اس سے روک دیا۔ (مسلم)

396/6938 حضرت خباب بن ارت رضی اللہ تعالی سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایک نماز پڑھائی اور طویل نماز پڑھائی۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ آپ نے ایسی نماز پڑھائی جو آپ ویسی نہیں پڑھاتے تھے تو فرمایا: ہاں یہ شوق وخوف کی نماز تھی[1] اور میں اس میں اللہ سے تین چیزوں کا سوال کیا تھا تو اس نے مجھے دو چیزیں عطا فرمایا اور ایک چیز سے روک دیا۔ میں اس سے سوال کیا تھا میری امت خشک سالی اور کو قحط سالی سے ہلاک نہ کرے تو مجھے یہ عطا فرمایا اور میں سوال کیا تھا کہ ان پر ان کے غیر سے کوئی دشمن مسلط نہ کرے تو اس نے مجھے یہ بھی عطا فرمایا اور میں اس سے سوال کیا تھا کہ ان کو آپس میں ایک دوسرے سے جنگ کا مزہ نہ چکائے تو اس نے مجھے اس سے روک دیا۔ (ترمذی، نسائی)

تعالی کا ارشاد ہے: **لا معقب لحکمہ**۔ اس کے حکم کو کوئی روکنے والا نہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لا مرد لقضائہ ولا مرد لحکمہ** اس کے فیصلہ کو کوئی رد نہیں کرسکتا، اور اس کے حکم کو بھی روک نہیں سکتا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: ''اذا قضیت قضاء فلا یرد'' دوسری قسم سے ہے اسی لئے اس سے روک دیا گیا اور اس حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے امور کے سواء انبیاء علیہم السلام کی تمام دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ (مرقات)

1۔ **قولہ انہا صلوۃ رغبۃ ورھبۃ**۔ مطلب یہ ہے کہ ایک جامع نماز تھی اس میں ثواب کی امید اور عتاب کا خوف دونوں برابر شامل

397/6939 حضرت عوف مالک بن رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس امت پر دو تلواروں کو جمع نہیں کرے گا ایک امت کی تلوار اور ایک اس کے دشمن کی تلوار[1]۔ (ابوداؤد)

398/6940 حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو تین چیزوں سے پناہ میں رکھا ہے کہ تمہارے ہلاک ہونے کی تمہارے نبی بددعا نہیں کریں گے[2] اور اہل حق پر اہل باطل غالب نہیں ہوں گے[3]، اور تم گمراہی پر اتفاق نہیں کروگے[4]۔ (ابوداؤد)

تھے، برخلاف دوسری نمازوں کے، ان کی ادائی میں ان دو چیزوں (ثواب وعقاب) میں سے کسی ایک چیز کا غلبہ رہتا ہے۔ (مرقات)

1 قوله لن يجمع الله على هذه الأمه سيفين الخ. اللہ تعالیٰ نے ان دو تلواروں میں سے ہلکی تلوار کو منتخب کیا ہے، اور یہ امت کے اندر کی تلوار ہے، امت کے دشمن کی ایسی تلوار نہیں جو امت کو جڑ سے ختم کردے، ورنہ بعض حالات میں اس طرح کی دو تلواریں جمع ہوسکتی ہیں۔ اس حدیث شریف میں امت کی بقاء کا اشارہ ہے اور قیامت تک اسکی حفاظت کی خوشخبری ہے۔ اور علامہ قاضی نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ آپس میں خود مسلمانوں کی تلواریں ہوں، یا دشمن کی تلواریں مسلمانوں پر استیصال کے لئے جمع نہیں ہوسکتیں، اور مسلمان جڑ پیڑ سے اکھاڑ دینے کا سبب نہیں بن سکتیں بلکہ جب امت آپس میں لڑتی ہے تو دشمن کو مسلط کردیا جاتا ہے اور امت آپس میں لڑنے اور جنگ کرنے سے رک جاتی ہے۔ یہ علامہ شیخ تورپشتی کا قول ہے۔ (مرقات)

2 قوله ان لا يدعو عليكم نبيكم کہ وہ (تمہارے نبی) تم کو ہلاک کرکے ختم کرنے کی بددعا نہیں کریں گے۔ (مرقات)

3 قوله وان لا يظهر اهل الباطل على اهل الحق. علامہ تورپشتی نے فرمایا: کہ باطل کے مددگار کتنی ہی کثیر تعداد میں ہوں وہ حق پر غالب نہیں آسکیں گے، ایسا کہ حق مٹادیں اور اس کے نور کو بجھادیں اگرچیکہ حق لوگوں کی تعداد کم ہی کیوں نہ ہو، چنانچہ باوجودیکہ ہم اہل باطل کے مقابلہ سے دوچار ہوئے۔ دشمن ہم پر مسلط بھی ہوا اور بہت سے مشکلات اور سخت معرکوں سے گزرنا بھی پڑا مگر الحمدللہ ہم کو وہ ختم نہیں کرسکا۔ باوجودیکہ باطل مسلسل ہے، مگر حق روشن ہے اور شریعت برابر قائم ہے، اس کی روشنی بجھائی نہیں جاسکی اور اس کا منار کمزور نہیں ہوسکا۔ (مرقات)

4 قوله ان لا تجتمعوا على الضلالة. یعنی تم کسی باطل پر اتفاق نہیں کروگے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجماع امت

3991/6941 ﴿ حضرت عمرو بن قیس رضی اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**نحن الاخرون ونحن السابقون یوم القیامۃ**" یعنی ہم ہی آخری ہیں اور ہم ہی قیامت کے دن پہلے رہیں گے[1]، اور میں ایک بات کہتا ہوں فخر سے نہیں ابراہیم خلیل اللہ ہیں اور موسیٰ صفی اللہ ہیں اور میں حبیب اللہ ہوں اور قیامت کے دن "**لواء الحمد**" حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا، اور اللہ مجھ سے میری امت کے بارے میں وعدہ کیا اور تین چیزوں سے ان کو محفوظ کیا کہ ان پر عام قحط نہیں ڈالے گا اور کوئی دشمن ان کو جڑ پیڑ سے ختم نہیں کرے گا اور اللہ ان کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا۔ (دارمی)

400/6944 ﴿ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب بیٹھے ہوئے تھے آپ تشریف لائے یہاں تک کہ جب ان سے قریب ہو گئے تو ان کو آپس میں مذاکرہ کرتے ہوئے سنا ان میں سے بعض نے کہا کہ حضرت ابراہیم کو اللہ نے خلیل بنایا اور دوسرے صاحب نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام سے اس نے کلام فرمایا اور ایک صاحب نے کہا عیسیٰ اللہ کا کلمہ اور اسکی روح ہیں، اور ایک صاحب نے کہا کہ آدم کو اللہ نے صفی اللہ بنایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور فرمائے میں تمہاری گفتگو کو اور تمہارے تعجب کرنے کو سنا کہ

حجت ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس کو لوگ اچھا سمجھیں وہ اللہ کے پاس اچھا ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اس کی تائید کرتا ہے "**ومن یشاقق الرسول من بعدما تبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولیٰ ونصله جهنم وساءت مصیرا**" اور یہ اجماع امت کے حجت ہونے کی بہترین دلیل ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب اللہ کی اس آیت سے اجماع کی حجیت کا استنباط کیا ہے۔ (مرقات)

1﴿ **قوله نحن الآخرون**. یعنی ہم دنیا میں آخری آنے والے ہیں۔ **وقوله ونحن السابقون**، یعنی جنت میں داخل ہونے اور اس کے سوا بھی دوسرے فضائل میں پہلے رہنے والے ہیں۔ وقولہ صفی اللہ۔ اللہ نے اپنے کلام کے لئے ان کو منتخب کیا ہے۔ (مرقات)

ابراہیم خلیل اللہ ہیں وہ تو ایسے ہی ہیں اور موسیٰ نجی اللہ ہیں، وہ ایسے ہی ہیں اور عیسیٰ اسکی روح اور اس کا کلمہ ہیں وہ ایسے ہی ہیں اور آدم کو اللہ صفی اللہ بنایا ہے وہ ایسے ہی ہیں۔ اور سنو! میں حبیب اللہ ہوں[1] اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے اور میں قیامت میں **لواء الحمد** (حمد کا جھنڈا) کو اٹھایا ہوا ہوں گا اور اس کے نیچے آدم اور ساری خلقت ہوگی اور یہ فخر کی بات نہیں ہے۔ اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں، اور سب سے پہلے قیامت کے دن میری شفاعت قبول کی جائیگی، اور یہ

1ف **وانا حبیب الله ولا فخر.** علامہ طیبی نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے ان پیغمبروں کی جو شان اور فضائل ذکر کیے گئے تھے ان کا اثبات فرمایا اور اس کو مضبوط کیا، پھر بتایا کہ ان پیغمبروں میں جو الگ الگ فضائل ہیں، میں ان سب کے فضائل کا جامع اور میں ان میں افضل واکمل ہوں، کیونکہ آپ جب حبیب ہیں تو خلیل بھی ہیں کلیم بھی ہیں اور مشرف بھی ہیں اور یاد رکھو! خلیل اور حبیب میں فرق ہے خلیل خلۃ سے ماخوذ ہے اس کے معنی حاجت وضرورت کے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی حاجت کو پیش کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کو خلیل بنایا۔ اور حبیب محبت سے اسم فاعل اور اسم مفعول کے معنی میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے محب اور محبوب دونوں بھی ہیں، آپ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ سے محبت کرتا ہے، اور خلیل محب ہے یعنی وہ محبوب سے اپنی ضرورت کے لئے محبت کرتا ہے اور حبیب اپنے محبوب سے بغیر غرض کے محبت کرتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ خلیل مرید ہے اور سالک وطالب ہے، اور حبیب مراد مجذوب ومطلوب کے مرتبہ میں ہے، اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اپنی طرف کرلیتا ہے اور جو اسکی طرف رجوع رہتا ہے اسکو اپنی طرف بلا لیتا ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے خلیل وہ ہے جس کا کام اللہ کی رضا کے لئے ہوتا ہے اور حبیب وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکی رضا میں ہوتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "**فلنولینك قبلة ترضاها**" پس ہم آپ کا رخ اس قبلہ کی طرف کردیں گے جس سے آپ راضی ہیں "**ولسوف يعطيك ربك فترضى**" اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو ایسا عطا کریگا کہ آپ راضی ہوجائیں گے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ خلیل جو مغفرت کی امید کے مقام میں ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا: "**والذی اطمع ان یغفرلی**" میں امید رکھتا ہوں کہ وہ میری مغفرت کردیگا۔ اور حبیب مغفرت کے مقام یقین میں ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "**لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر**" اللہ تعالیٰ ہر زمانہ میں آپکے درجات کو بلند کریگا، حضرت خلیل

کوئی فخر کی بات نہیں، اور میں سب سے پہلے جنت کے زنجیروں کو ہلاؤں گا اور اللہ تعالیٰ اس کو کھولے گا، اور مجھے اس میں داخل کرے گا اور میرے ساتھ فقراء مومنین ہوں گے[1]، اور اس میں کوئی فخر نہیں، اور میں اللہ کے پاس اولین وآخرین میں سب سے زیادہ عزت وکرامت والا ہوں، اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں۔ (ترمذی، دارمی)

401/6943 حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا: جب قیامت کا دن آئیگا میں تمام نبیوں کا امام اور ان کا خطیب رہوں گا اور ان سب کے لئے شفاعت کرنے والا رہوں گا، یہ فخر کی بات نہیں۔ (ترمذی)

نے فرمایا: "ولا تُخزنی یوم یبعثون" جس دن وہ سب اٹھائے جائیں گے مجھے رسوانہ کرنا۔
اور حبیب کے حق میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "یوم لا یخزی الله النبیی والذین آمنوا معه" جس دن اللہ نبی کو اور ان حضرات کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوا نہیں کریگا۔
خلیل نے عرض کیا واجعل لیی لسان صدق فی الآخرین. بعد والے لوگوں میں میرا ذکر خیر رکھ دے، اور حبیب کے لئے ارشاد ہوا "ورفعنا لك ذكرك" کہ ہم نے آپ کے لئے آپ کے ذکر کو بلند کیا، اور خلیل نے عرض کیا: "واجعلنی من ورثة جنة النعیم" مجھے جنت النعیم کے وارثوں میں سے کردے، اور حبیب کے لئے ارشاد ہوا "انا اعطیناك الكوثر" ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا۔
آپ کی فضیلت کے لئے واضح استدلال ہے کہ محبوبیت کا مرتبہ اور درجہ انتہائی کمال کا درجہ ہے، ان آیات میں اللہ ذوالجلال والجمال کا یہ ارشاد ہے: "قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله" آپ فرمادیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو"۔ (مرقات)

1 قوله ومعی فقراء المومنین. یہ واضح دلیل ہے کہ صبر کرنے والا فقیر شکر گزار مالدار سے افضل ہے۔ علامہ طیبی نے

402/6944 حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب لوگ اٹھائے جائیں گے تو میں سب سے پہلے برآمد ہوں گا، اور جب وہ چلیں گے تو میں ان کا قائد رہوں گا[1]، جب وہ چپ ہو جائیں گے تو اس وقت ان کا خطیب رہوں گا۔ اور جب وہ روک دیئے جائیں گے تو میں ان کی شفاعت کرنے والا رہوں گا۔ اور جب وہ عزت سے مایوس ہو جائیں گے تو میں ان کو خوشخبری دینے والا ہوں گا، اور کنجیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی اور لوا الحمد اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اور میں اپنے پروردگار کے پاس ساری اولاد آدم میں سب سے عزت والا رہوں گا، اور میرے پاس ایک ہزار خادم طواف کرتے رہیں گے گویا وہ محفوظ انڈے ہیں، یا بکھرے ہوئے چمکدار موتی ہیں۔ (ترمذی، دارمی)

403/6945 حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے آپ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور میں یہ فخر سے نہیں کہتا[2]

فرمایا: کہ فقراء اللہ تعالیٰ کی محبت کے مستحق ہو گئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے پاس فقراء کی بزرگی اور کرامت کی دلیل ہے، کیونکہ ان فقراء نے حبیب کی اتباع کر کے اور حبیب کی صفت فقر و صبر سے متصف ہو کر اللہ تعالیٰ کی محبت کے مستحق ہو گئے، صوفیہ کرام کے پاس فقر کے معنی دنیاوی احتیاج و ضرورت کے نہیں ہیں بلکہ فقر سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف کا محتاج ہونا اور صرف اللہ کا ہو کر رہنا دوسروں سے بے نیاز رہنا۔ (مرقات)

1 **قولہ اذا وفدوا.** یعنی جب وہ آئیں گے۔ وفد جماعت کو کہتے ہیں۔ بادشاہ کے پاس ضرورت لیکر آئیں گے۔ (مرقات)

2 **قولہ ولا فخر.** یعنی یہ بات میں فخر سے نہیں بول رہا ہوں بلکہ اللہ کے فضل کا اظہار اور تحدیث نعمت کے لئے ہے، اور مجھے جس چیز کا حکم دیا گیا ہے اس کی تبلیغ کے لئے کہہ رہا ہوں اور اس کا ایک مطلب یہ بھی کہا گیا ہے کہ میں اس پر فخر نہیں کرتا بلکہ اس ذات پر فخر کرتا ہوں جس نے مجھے یہ مرتبہ عطا فرمایا۔ اور میں کہتا ہوں اس کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے میں سیادت پر فخر

اور میرے ہاتھ میں لواالحمد ہے[1] اور میں فخر سے نہیں کہتا اس دن کوئی بھی اولادِ آدم ہوں یا ان کے سوا سب میرے جھنڈے تلے ہوں گے۔ اور میں پہلا ہوں جن کے قبرِ شریف کی زمین شق ہوگی اور یہ بات میں فخر سے نہیں کہتا ہوں۔ (ترمذی)

404/6946 حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے آپ نے کہا کہ رسول

نہیں کرتا بلکہ اس کی بندگی اور اسکی عبادت کرنے پر فخر کرتا ہوں کیونکہ اس سے آخرت کے مراتب حُسنٰی اور دیدار الٰہی کی زیادتی سے سرفرازی ہوتی ہے۔ اگر تم کہو کہ انسان کا اپنے آپ تعریف کرنا کیسے اچھا ہوسکتا ہے جب کہ اسکو برا سمجھا گیا ہے یہاں تک کہ ایک حکیم اور دانشمند کے لئے اگر چیکہ وہ کتنا ہی اچھا اور بہتر ہے اس کا اپنی آپ تعریف کرنا بُرا ہے۔ تو اس کے لئے ہم کہیں گے کہ کبھی متکلم کی کوئی صفت مخاطب پر پوشیدہ ہوتی ہے، مخاطب کو اس سے باخبر کرنے کے لئے اس کا ذکر کرنا اچھا سمجھا جاتا ہے، جس طرح کہ معلم کبھی متعلم سے کہتا ہے تم یاد رکھو! "**فانك لا تجد مثلي**" "تم میرے جیسا نہیں پاؤ گے۔ اسی طرح یوسف علیہ السلام کا قول ہے "**اجعلني على خزائن الارض اني حفيظ عليم**" تو مجھے زمین کے خزانوں پر امین بنادے میں حفاظت کرنے والا اور اچھی طرح باخبر ہوں۔ (مرقات)

1﴾ **قوله وبيدى لواء الحمد.** علامہ طیبی نے فرمایا: ہوسکتا ہے آپ کی حمد کا قیامت کے دن حقیقت میں کوئی جھنڈا ہو اور اس کا نام **لواء الحمد** ہو۔ علامہ توربشتی نے بھی یہی کہا ہے کہ اللہ کے نیک بندوں کے مقامات میں مقام حمد سے بڑھ کر کوئی اعلیٰ وارفع مقام نہیں ہے اور تمام مقامات اس سے کم ہیں اور سب اس کے نیچے ختم ہوجاتے ہیں۔ اور جب ہمارے نبی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم دنیا وآخرت میں سب سے زیادہ حمد کرنے والے ہیں اور سب سے زیادہ آپ کی حمد کی گئی ہے، تو لواء الحمد آپ کو سرفراز کیا گیا جس کے تلے اولین وآخرین سب پناہ لیں گے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "**آدم ومن دونه تحت لوائ ی**" "آدم اور ساری خلقت میرے جھنڈے تلے ہے، اس حدیث شریف میں اسی طرف اشارہ ہے اور اسی معنیٰ کی وجہ سے اپنی کتاب کا آغاز حمد سے کیا اور آپ کے نام کو حمد سے مشتق کیا اور آپ کو محمد واحمد کہا گیا۔ اور قیامت کے دن مقام محمود پر فائز کیا گیا اور اس مقام میں آپ پر وہ محامد کھولے جائیں گے جو آپ سے پہلے کسی پر کھولے نہیں گئے، اور آپ کی برکت سے آپ کی امت کو اپنے فضل سے سرفراز کیا اور آپ سے پہلے نازل کردہ کتابوں میں آپ کی امت کی تعریف اسی صفتِ حمد سے کی گئی اور فرمایا آپ کی امت حمادون ہے وہ راحت

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں[1] اور سب سے پہلے میری قبرِ شریف کھلے گی[2]، اور سب سے پہلے میں شفاعت کرنے والا ہوں، اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی۔ (مسلم)

وتکلیف اور خوشی وغمی میں بھی اللہ کی تعریف کرتے رہیں گے۔ (مرقات)

1 **قولہ انا سید ولد آدم یوم القیامۃ.** سید وہ شخصیت ہے کہ جسکے پاس لوگ مشکلات ومصائب میں دوڑ کر آتے ہیں، اور وہ ان سب کی مشکلات کو دور کرتا اور اس کا انتظام کرتا ہے، اور اس حدیث میں سید کے ساتھ قیامت کی قید احترازی نہیں ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا وآخرت دونوں جگہ سید ہیں۔ قیامت کے دن کا ذکر صرف اس لئے ہے کہ آپ کی سیادت کی شان قیامت کے دن اچھی طرح ظاہر ہوگی، کیونکہ وہاں کوئی آپ کی اس شان کا مخالف اور منکر نہیں رہیگا، اس دنیا کے برخلاف یہاں کفار اور ان کے لیڈر اور ان کے ملوک آپ کا انکار کرتے اور مخالفت کرتے رہے ہیں۔ اور یہی مطلب ہے قرآن مجید کی آیت "**لمن الملك اليوم لله الواحد القهار**" آج کس کی حکومت ہے اللہ واحد کی جو غالب ہے۔ اللہ کی حکومت تو اس سے پہلے (دنیا میں بھی) تھی مگر دنیا میں حکومت کے دعویدار بھی تھے دنیا میں اہل دنیا حکومت کے دعوے کرتے تھے اور ان کی طرف حکومت کی نسبت مجازی طور پر کی جاتی تھی۔ آج یہ سارے دعوے اور نسبتیں ختم ہوگئیں، اس حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری مخلوق پر فضیلت ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ اہل سنت کے مذہب کے مطابق آدمی فرشتوں سے افضل ہے، اور اس حدیث شریف سے اور دوسری احادیث سے بھی ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام آدمیوں سے افضل ہیں، اب رہی یہ حدیث جس میں ارشاد ہے "**لا تفضلوني بين الانبياء**" دوسرے انبیاء کے درمیان میری فضیلت ظاہر مت کرو۔ اس کا جواب پانچ وجوہ سے ہے (۱) ایک تو یہ ہے کہ یہ حدیث آپ کو سید الانبیاء کا علم عطا کئے جانے سے پہلے کی ہے (۲) آپ کا یہ فرمان بطور ادب وتواضع ہے (۳) اس طرح فضیلت بیان کرنے سے منع کیا گیا جس میں مفضول یعنی دوسرے انبیاء علیہم السلام کی تنقیص ہوتی ہو (۴) اس طرح بیان کرنا جو جھگڑے اور فتنے کا سبب بنے (۵) نفس نبوت میں فضیلت نہیں ہے البتہ فضیلت زائد خوبیوں میں ہے اور اس میں فضیلت کا عقیدہ رکھنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "**تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض**" یہ رسول ہیں ہم نے ان میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، اور ارشاد: "**ولقد فضلنا بعض النبيين بعض**" اور ہم نے فضیلت دی بعض نبیوں کو بعض پر۔ (مرقات)

2 **قولہ اول من ينشق عليه القبر.** اس میں بھی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات میں افضل اور تمام

405/6947 ﴾ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تمام پیغمبروں کا قائد ہوں اور میں یہ فخر سے نہیں کہتا، اور میں خاتم النبیین ہوں اور میں یہ فخر سے نہیں کہتا، اور میں شافع اور مشفع ہوں اور میں یہ فخر سے نہیں کہتا۔ (دارمی)

406/6948 ﴾ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت آپ نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں جنت کے بارے میں پہلا شفاعت کرنے والا ہوں[1]، میری جسقدر تصدیق کی گئی ہے انبیاء میں سے کسی نبی کی اسقدر تصدیق نہیں کی گئی۔ انبیاء میں سے بعض نبی ایسے بھی ہیں کہ ایک شخص کے سوا کسی نے تصدیق نہیں کی۔ (مسلم)

407/6949 ﴾ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء میں سے کوئی نبی نہیں مگر ان کو جو معجزے دیئے گئے اسی قدر انسان ان پر ایمان لائے[2]، اور مجھے

موجودات میں اکمل ہیں۔ (مرقات)

1 ﴾ قولہ: انا أول شفیع فی الجنة. اس میں لفظ فی سے متعلق ایک قول یہ ہے کہ یہ تعلیلیہ ہے یعنی میں سب سے پہلے جنت میں داخلہ کے لئے شفاعت کرنے والا ہوں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ لفظ فی ظرفیہ ہے یعنی میں سب سے پہلے جنت میں درجات کی بلندی کے لئے شفاعت کرونگا۔ (مرقات)

قولہ: ما صدقت. اس میں کلمہ ما مصدریہ ہے، یعنی میری امت کے تصدیق کرنے کی مقدار یا میری امت کا میری تصدیق کرنے کی طرح مراد ہے، پہلی صورت میں امت کی کثرت کو بیان اور دوسری صورت میں امت کی ایمانی قوت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی محبت وعقیدت اور دین پر ان کی ثابت قدمی مراد ہے۔ اور ہر دو معانی کی صورت میں، کنتم خیر امة تم سب سے بہترین امت ہو بیان کرنا مراد ہے، اور حدیث شریف کے سیاق کلام کے اعتبار سے پہلے معنی زیادہ مناسب ہیں۔ (لمعات)

2 ﴾ قولہ ما من الانبیاء من نبی الخ. ہمارے بعض علماء نے اس کی شرح میں جو بیان کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر

جو معجزہ دیا گیا وہ وحی ہے[1]، جو اللہ نے میری طرف نازل فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن ان سب میں سب سے زیادہ میرے متبعین ہوں گے۔ (متفق علیہ)

نبی کو معجزات میں سے ایسے معجزے دیئے گئے کہ ان کو دیکھا گیا اور ان پر واقفیت ہوتو ایمان لانے اور تصدیق کرنے کے باعث بنے اور جب ان کا زمانہ ختم ہوگیا تو وہ معجزے بھی ختم کردیئے گئے۔

مطلب یہ ہے کہ ہر نبی کے لئے ایسا خارق عادت معجزہ دیا گیا جو ان کے زمانہ کے اعتبار سے ان کے دعویٰ نبوت کو ثابت کرتا ہو، اور جب ان کا زمانہ ختم ہوگیا تو وہ معجزے بھی ختم ہوگئے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کا عصا اژدھا بن جانا اور اپنا چمکتا دست مبارک دکھانا، یہ اس لئے تھا کہ آپ کے زمانہ میں سحر اور جادو کا زور تھا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طب کا زور تھا تو آپ کو طب سے بلند واعلیٰ معجزہ عطا کیا گیا، آپ مُردوں کو زندہ کرتے اور اندھے کو بینا کردیتے اور برص کے بیمار کو شفاء دیدیتے، اور ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بلاغت وفصاحت کا زور تھا تو قرآن کا معجزہ عطا ہوا اور یہ سب کو ختم اور عاجز کردیا۔

لفظ ابطل الکل سب کو ختم کردیا عاجز کردیا، یہ الفاظ علامہ طیبی کے ہیں مگر اس کے بجائے اگر عبارت اس طرح ہوتو بہتر ہے "**فجاء القرآن معجزة مشتهرة دائمة الى انقراض الزمان بل ابدا الآباد الخ**" تو قرآن مجید مشہور معجزہ ہمیشہ رہنے والا دنیا کے ختم ہونے تک ابدالآباد تک ہمیشہ ہمیشہ کے لئے معجزہ بن کر آیا، اس کی جنت کے درجات میں بھی تلاوت ہوتی رہیگی اور رحمن کے اس کلام کو وہاں بھی سنا جاتا رہے گا۔

اور یہی معنی ومفہوم ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے "**وانما کان الذی أوتیت وحیا**" مجھے جو معجزہ دیا گیا وہ وحی الٰہی ہے۔

1 **قولہ وحیا**۔ وحی سے قرآن مجید مراد ہے۔ جو اپنے نظم ومعنی یعنی کلمات کی ترکیب اور مفاہیم اور مطالب کے اعتبار سے کمال اعجاز کے اعلیٰ درجہ پر ہے اور تمام معجزات میں سب سے زیادہ فائدہ مند اور نفع دینے والا ہے، اس میں دعویٰ بھی ہے اور دلیل بھی ہے، اور ہر زمانہ میں یکساں قائم ودائم ہے۔ نزول وحی کے موقع پر جو حضرات موجود تھے وہ بھی اس سے فائدہ اٹھاتے تھے، اور وہ بھی جو اس وقت غائب تھے اور وہ بھی جو ان کے بعد قیامت تک آتے رہیں گے۔ سب کو

408/6950 ﴿ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میں سب سے زیادہ متبعین والا رہوں گا[1]، اور میں سب سے پہلے رہوں گا جو جنت کے دروازے کو کھٹکھٹائے گا۔ (مسلم)

409/6951 ﴿ ان ہی سے روایت ہے آپ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں جنت کے دروازے پر آؤں گا اور دروازہ کھولنے کے لئے کہوں گا تو خازن کہیں گے آپ کون ہیں تو میں کہوں گا میں محمد ہوں تو وہ عرض کرے گا آپ ہی کی خاطر مجھے حکم دیا گیا ہے[2] کہ آپ سے پہلے میں کسی کے لئے نہ کھولوں۔ (مسلم)

یکساں فائدہ ہوتا ہے، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "**فارجوان اکون أکثرھم تابعایوم القیامۃ**" میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے متبعین سب سے زیادہ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس امید کو پورا کیا۔ (مرقات)

1﴿ **قولہ أنا اکثر الانبیاء تبعاً یوم القیمۃ**۔ آپ کی امت جیسا کہ سابق میں گزر چکا ہے اہل جنت کی دو تہائی ہوگی۔ اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ جن کے متبعین زیادہ ہوں گے ان کو زیادہ فضیلت حاصل رہے گی، متبعین کی زیادتی متبوع کی افضلیت کو بتاتی ہے، اسی طرح تمام فقہاء وعلماء کے درمیان امام اعظم ہیں۔ آپ کو اس کا بڑا حصہ حاصل ہے کیونکہ مسلمانوں کی غالب اکثریت فروعی احکام میں آپ کی اتباع کرنے والے ہیں۔ (مرقات)

2﴿ **قولہ بك امرت الخ**۔ علامہ طیبی نے کہا ہے کہ "**بك** "جار مجرور امرت کے متعلق ہے اور "ب" سببیت کا ہے اور جار مجرور کو تخصیص کے لئے مقدم کیا گیا اور مطلب یہ ہے کہ آپ کے سبب سے مجھے یہ حکم ملا ہے کہ میں آپ کے سوا کسی کے لئے نہ کھولوں اور یہ صرف آپ کی خاطر ہے کسی اور غرض سے نہیں۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ "ب" فعل کا صلہ ہو، اور **ان لا افتح**

410/6952﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا: مجھے جنت کے جوڑوں میں سے ایک جوڑا پہنایا جائیگا پھر میں عرش کے سیدھے جانب کھڑا ہوں گا مخلوقات میں سے کوئی بھی میرے سوا اس مقام پر کھڑا نہیں ہوگا۔ (ترمذی)

411/6953﴾ اور جامع الاصول میں ان ہی سے ایک روایت ہے سب سے پہلے میری قبر کی زمین کھلے گی۔ اور مجھے جوڑا پہنایا جائے گا۔

412/6954﴾ ان ہی سے روایت ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میرے لئے اللہ سے وسیلہ مانگو[1]، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسیلہ کیا چیز ہے، آپ نے فرمایا: جنت میں اعلیٰ درجہ ہے جسکو صرف ایک ہی صاحب پائیں گے اور میں امید رکھتا ہوں وہ میں ہی ہوں گا۔ (ترمذی)

413/6955﴾ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء میں سے ہر نبی کے لئے بعض نبی قریب ہوتے ہیں اور مجھ سے قریب میرے والد میرے رب کے خلیل ہیں پھر آپ نے آیت تلاوت فرمائی: "**ان اولی الناس بابراهيم للذين اتبعوه وهذا النبي والذين امنوا والله ولى المؤمنين**"۔ لوگوں میں ابراہیم سے قریب تر وہ ہیں جو ان کی اتباع کئے اور یہ نبی ہیں اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ مومنین کا ولی ہے۔ (ترمذی)

بك ک ضمیر مجرور سے بدل ہو معنی یہ ہوں گے مجھے حکم ملا ہے کہ میں آپ کے سوا کسی کے لئے نہ کھولوں۔ (مرقات)

1﴾ **قوله سلوا الله لى الوسيلة**. علامہ طیبی نے فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت سے وسیلہ کی دعا کرنے کے لئے جو فرمایا تو وہ اللہ کی جناب میں احتیاج اور کسر نفسی کے اظہار کے لئے ہے یا اس لئے بھی کہ امت کو اس سوال کا فائدہ ہو اور اس کا ثواب ملے اور اس میں امت کے لئے تعلیم ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے لئے دعا کی

414/6956 ﴿ حضرت عطاء بن یسار سے روایت ہے آپ نے کہا کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے ملاقات کیا اور عرض کیا تورات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفت ہے آپ مجھے بتائیں، تو آپ نے کہا ہاں خدا کی قسم قرآن میں آپ کی جو صفات ہیں ان میں سے بعض صفات کے ساتھ تورات میں آپ کا ذکر ہے وہ یہ ہیکہ: "یَآاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرسَلْنٰكَ الخ" اے نبی! ہم نے آپ کو گواہ اور بشارت دینے والا، ڈرانے والا اور امیین یعنی ساری امت کی حفاظت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے[1]، آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے آپ نہ زبان کے سخت ہیں اور نہ دل کے سخت اور نہ بازاروں میں شور کرنے والے ہیں اور آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے اور لیکن معاف کر دیتے اور مغفرت کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کو وفات نہیں دیگا یہاں تک کہ آپ کے ذریعہ بگڑی ہوئی ملت کو ٹھیک کر دیگا[2]، یہاں تک کہ لوگ کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه

درخواست کرتے رہیں۔ (مرقات)

1﴿ قولہ حرزا للأميين. امیین سے مراد امت ہے، اور امت کو یہ نام اس لئے دیا گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امی ہیں۔ اور اس مقام کے لحاظ سے یہ معنی اور یہ وجہ زیادہ مناسب ہے اور یہ ساری امت کو شامل ہے اور اس میں یہود کے خیال کا جو وہ کہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاص عرب کے لئے مبعوث کئے گئے ہیں اس کا رد ہے، اور علاوہ ازیں کسی چیز کے ذکر سے اس کے ماسوا کی نفی نہیں ہوتی، جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا" اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر سارے انسانوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو ان کے لئے بھی میری اتباع کے سوا کوئی گنجائش نہیں تھی۔ علامہ ابن الملک نے فرمایا حرز (پناہ) سے مراد قوم کو جڑ سے اکھاڑ دینے والا عذاب آنے سے حفاظت ہے یا جب تک آپ ان میں ہیں عذاب سے ان کی حفاظت مراد ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ" اللہ جب تک آپ ان میں ہیں عذاب نہیں دے گا۔ (مرقات)

پڑھیں گے اوراس کے ذریعہ سے اندھی آنکھیں بہرے کان اور بند دلوں کو کھول دیگا۔ (بخاری)

415/6957 حضرت کعب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے وہ توراۃ میں سے بیان کرتے ہیں فرمایا: ہم لکھا ہوا پاتے ہیں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، میرے بندے ہیں مختار ہیں، سخت زبان نہیں ہیں، اور سخت دل نہیں ہیں اور بازاروں میں شور کرنے والے نہیں ہیں، برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے اور لیکن معاف کردیتے ہیں، اور بخش دیتے ہیں آپ کا مقام پیدائش مکہ ہے اور آپ کی ہجرت طیبہ میں ہے، اور آپ کی حکومت ملک شام میں بھی ہے اور آپ کی امت حمادون ہے جو راحت وتنگی ہر حالت میں اللہ کی تعریف کریں گے، اور ہر درجہ میں اللہ کی تعریف کریں گے اور ہر بلندی پر اللہ کی تکبیر کریں گے۔ وہ سورج کے اوقات کی رعایت کرنے والے ہیں جب نماز کا وقت آجائے تو نماز پڑھیں گے[1]، اور اپنی کمر پر تہبند باندھیں گے اور اپنے ہاتھ پاؤں کو دھو کر وضو کریں گے اور بلند فضا میں ان کے مؤذن اذان دیں گے ان کی صفیں جنگ میں اور نمازوں میں برابر ہوں گی، اور راتوں میں شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح ان کی گنگناہٹ ہوگی۔ یہ مصابیح کے لفظ ہیں، امام دارمی نے تھوڑی تبدیلی کے ساتھ اس کی روایت کی ہے۔ (مصابیح، دارمی)

---

2 **قولہ حتی یقیم به الملة العوجاء** علامہ قاضی نے فرمایا اس سے ابراہیم علیہ السلام کی ملت مراد ہے، کیونکہ وہ زمانہ فطرت میں بگڑ گئی تھی، اور اس میں کہیں زیادتی اور کہیں کمی کردی گئی اور اس میں تغیر وتبدل کردیا گیا تھا، اور وہ اسی بگڑی حالت میں تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی آپ نے اس کو ٹھیک کیا تو اللہ تعالی نے بھی اس کو ٹھیک کردیا اور ہمیشہ کے لئے ٹھیک کردیا۔ (مرقات)

1 **قولہ یصلون الصلوة اذا جاء وقتها.** بظاہر اس کے معنی جیسا کہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا ہر نماز کو اول

416/6958 حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے کہا کہ توراۃ میں محمد مصطفیٰ کی صفت لکھی ہوئی ہے[1]، اور یہ ہے کہ عیسیٰ بن مریم آپ کے ساتھ دفن ہوں گے اور ابوداؤد نے فرمایا کہ حجرہ مبارکہ میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے[2]۔ (ترمذی)

417/6959 حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے کہا کہ میں عرض کیا یارسول اللہ آپ کیسے جانے کہ آپ نبی ہیں یہاں تک کہ آپ کو یقین ہوگیا تو آپ نے فرمایا اے ابوذر میرے پاس دو فرشتے آئے اور میں مکہ کی وادی بطحاء کے ایک حصہ میں تھا ان میں سے ایک زمین کی طرف آیا اور دوسرا آسمان وزمین کے درمیان رہا، اور ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کیا یہ وہی ہیں تو اس نے کہا ہاں، اس نے کہا ان کو ایک شخص سے تولو، مجھے اس سے تولا گیا تو میں

وقت پڑھنا مستحب ہے مگر بعض نمازوں کو تاخیر سے پڑھنا مستحب ہونے کی ہماری جو روایات ہے وہ مطلق تعجیل کے خلاف ان پر حجت ہیں۔ بلکہ اس کا مطلب وہ ہے جو صاحب مرقات نے کہا ہے **یصلون الصلوة اذا جاء وقتها** جب نماز کا وقت آجائیگا وہ نماز پڑھیں گے، یہ نیا جملہ ہے مضمون سابق کی علت ہے یعنی اوقات کا خیال رکھیں گے، اور سورج کی رفتار کو دیکھتے رہیں گے اس سے نماز کے اوقات کو معلوم کریں گے تاکہ کوئی نماز وقت میں چھوٹنے نہ پائے۔ (تم اسکو غور کرو)

1 **قوله مكتوب في التوراة**۔ ترکیب میں یہ خبر مقدم ہے، اور **صفة محمّد** مبتداء ہے، صفت سے مراد آپ کی نعت شریف ہے، اور **عيسىٰ بن مريم يدفن معه** (عیسیٰ بن مریم آپ کے بازو میں دفن کئے جائیں گے) اس جملہ کا **صفة محمّد** پر عطف ہے یعنی اس میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن ہوں گے۔ (مرقات)

2 **قوله وقد بقي في البيت**۔ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے، اور حضرت شیخ جزریؒ نے فرمایا ہم کو یہ بات بہت سے ان حضرات نے بیان کیا ہے جو حجرہ میں داخل ہوئے ہیں، اور تین قبور کو اس طور

اس پر بھاری ہوگیا، پھر اس نے کہا دس اشخاص سے تولو، مجھے ان سے تولا گیا تو میں ان پر بھی بھاری ہوگیا پھر اس نے کہا سو (۱۰۰) سے تولو، تو مجھے ان سے تولا گیا تو میں ان پر بھی بھاری ہوگیا پھر اس نے کہا ہزار (۱۰۰۰) سے تولو، میں ان سے تولا گیا تو میں ان پر بھی بھاری ہوگیا، گویا میں ان کو دیکھ رہا ہوں ان کا پلہ ہلکا ہو جانے سے وہ مجھ پر گر رہے ہیں[1]۔ تو ان دونوں میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا اگر تم ان کو ان کی ساری امت سے بھی تولتے تو وہ ان پر بھاری ہو جاتے[2]۔ (دارمی)

پر دیکھا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقدم ہیں اور حضرت ابوبکرؓ آپ سے ذرا ہٹ کر ہیں ان کا سر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک کے پاس ہے اور اسی طرح حضرت عمرؓ آپ سے ہٹ کر ہیں اور حضرت عمرؓ کا سر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں پائے مبارک کے پاس ہے اور حضرت عمرؓ کے بازو میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے اور حدیث میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زمین میں قیام کے بعد حج کریں گے، اور واپس ہوتے ہوئے مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان انتقال فرمائیں گے آپ کو مدینہ منورہ لایا جائیگا اور حجرۂ مبارکہ میں حضرت عمرؓ کے بازو دفن کئے جائیں گے۔ پس یہ دونوں بزرگ صحابہ رضی اللہ تعالی عنہما دو عظیم پیغمبران علیہما الصلوۃ والسلام کے ساتھ قیامت تک ان کے درمیان میں ساتھ رہیں گے۔ (مرقات)

1۔ **قولہ ینتشرون۔** کی ضمیر فاعل سے مراد وہ ہزار ہیں جو تولے گئے، اس پلہ کے ہلکے اوپر اٹھ جانے کی وجہ سے وہ مجھ پر گر رہے ہیں۔ اور اس حدیث شریف میں آپ کی نبوت کی معرفت پر معجزات کے ذریعہ استدلال ہے، اور حق بات یہ ہے کہ آپ کے نبی ہونے کا علم بدیہی طور پر آپ کے قلب اطہر میں ہوا ہے، اور یہ خوارق اس کی تاکید و تائید کے لئے ہیں۔ سوال کا مقصد یہ تھا کہ دنیا میں آپ کی معرفت کا ذریعہ کیا تھا۔ جواب کا مقصد اصلی بھی یہ بتانا ہے کہ آج کے دن اس کی معرفت کا ذریعہ یہ تھا۔ (ورنہ آپ کو تو ابتداء آفرینش سے ہی اپنی نبوت کی معرفت حاصل ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہا جاتا ہے آپ کی سیرت تورات میں مذکورہ سیرت کے مطابق ہے۔ (لمعات)

2۔ **قولہ لو وزنتہ بامتہ لرجحھا۔** (اگر تم آپ کو آپ کی پوری امت سے تولتے تو بھی آپ بھاری ہو جاتے)۔ علامہ طیبی نے فرمایا: امت کے لئے جس طرح نبی کے صداقت کی معرفت کے واسطے نبی کی طرف سے معجزات اور خوارق

418/6960 ﴿ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر قربانی فرض کی گئی ہے اور تم پر فرض نہیں کی گئی، اور مجھے صلوۃ ضحٰی کی نماز کا حکم دیا گیا ہے، اور تم کو اس کا حکم نہیں دیا گیا۔ (دارقطنی)

اور یہ حدیث شریف دوسری سندوں سے بھی مروی ہے، اور ہر حالت میں ضعیف ہے۔

419/6961 ﴿ اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے آپ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پاس گنجائش ہو اور وہ قربانی نہ دے تو ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔ اور امام حاکم نے اسکی تخریج کی ہے اور فرمایا اسکی سند صحیح ہے، اور اس جیسی وعید واجب کے سوا کسی دوسری چیز کے چھوڑنے پر نہیں آتی۔

420/6962 ﴿ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھی اور میں اسکو پڑھتی ہوں۔ 421/6963 ﴿ اور بخاری کی ایک روایت میں مؤرق سے روایت ہے آپ نے کہا میں نے عبداللہ بن عمر سے کہا کیا آپ چاشت کی نماز پڑھتے ہیں آپ نے فرمایا نہیں، تو میں عرض کیا : عمر پڑھتے ہیں؟ تو

عادات کے اظہار کی ضرورت ہے تو نبی کو بھی معرفت کا نظارہ کرنے کیلئے اس جیسے خوارق و معجزات کی ضرورت ہوتی ہے۔
میں کہتا ہوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے جو سوال کیا تھا "رب أرني كيف تحيي الموتى" پروردگار! تو مجھے دکھادے تو کس طرح مردوں کو زندہ کرتا ہے، آپ کے اس سوال پر جو مشہور اعتراض مذکور ہے تو یہ جواب اس کا

کہا نہیں، ابوبکر پڑھتے ہیں، تو کہا نہیں؟ میں عرض کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے ہیں؟ تو اس نے کہا میں یہ بھی نہیں سمجھتا[1]۔

علامہ عینی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ چاشت کی نماز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی، مگر حضرت عائشہ اور مؤرق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث سے اس کا رد ہوتا ہے، اور کہا گیا ہے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے۔ مگر اس قول کو بھی رد کیا گیا ہے کہ یہ کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں ہے۔

باب فضائل سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ
ختم ہوا

بھی جواب ہوسکتا ہے، یعنی آپ اس کا انظارہ کرنا چاہتے تھے۔ (مرقات)

1 **قولہ لا إخالہ**۔ علامہ عینی رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا: عبداللہ بن عمر نے جو نفی کی ہے اس سے نماز چاشت کی مطلق نفی نہیں ہے بلکہ اس پر مدوات کی نفی ہے، یعنی ہمیشہ پابندی سے پڑھنے کی نفی ہے۔ اسکی مثال حدیث عائشہؓ میں موجود ہے ایک حدیث میں وہ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھی اور اس کے ساتھ مسلم میں حضرت عائشہؓ سے حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعت چاشت کے پڑھتے تھے۔ جس حدیث میں نفی ہے اس سے مراد مداومت کی نفی ہے، جیسا کہ کتاب خلاصہ میں علامہ نووی نے علماء کرام سے نقل کیا ہے۔ حضرت عائشہؓ کا قول "**ما رأیتہ یسبح سبحۃ الضحی**" کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مداومت نہیں کی بلکہ آپ اس کو بعض اوقات میں پڑھتے ہیں اور بعض اوقات اس اندیشہ سے کہیں فرض نہ ہو جائے چھوڑ بھی ہیں اور پھر انہوں نے کہا کہ اس طرح تمام احادیث میں جمع کیا جا سکتا ہے۔ اسی لئے صاحب درمختار نے کہا ہے قول صحیح کے مطابق چاشت کی نماز میں چار اور چار سے زائد رکعات مستحب ہیں۔ اور ردالمختار میں ہے کہ قول راجح یہ ہے کہ یہ نماز مستحب ہے جیسا کہ اصحاب غزنویہ، حاوی، شرعۃ مفتاح اور تمبین وغیرہ نے یقین کے ساتھ کہا ہے کہ یہ نماز مستحب ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ بخاری شریف میں ابن عمر کے انکار کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نماز مستحب نہیں ہے (اسماعیل) اور شرح منیہ میں اس کے مستحب ہونے کے دلائل تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ (شرح المنیہ)

18/151 باب أسماء النبي صلى الله عليه وسلم و صفاته

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ اور آپکی صفات کا بیان

۱۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے کہا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہوں کہ میرے لئے بہت نام ہیں[1]۔ میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں، اللہ میرے ذریعہ کفر کو مٹاتا ہے، اور میں حاشر ہوں لوگ میرے قدموں پر جمع کئے جائیں گے اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ (متفق علیہ)

1۔ **قوله أنا محمد** (صلى الله عليه وسلم)۔ یہ وزن تکثیر اور مبالغہ کے لئے ہے، جیسے **فتحت الباب فهو مفتح** (میں دروازہ کھولا تو وہ خوب کھل گیا) جب تم بار بار کوئی عمل کرو تو یہ صیغہ بولا جاتا ہے۔ اور صیغہ محمد اسم منقول ہے تفاؤل خیر کے طور پر ہے کہ آپ کی حمد کثرت سے کی جاتی رہے گی۔

میں کہتا ہوں کہ اس سے جو چیز مقصود اور پوشیدہ تھی وہ ظاہر میں بھی پوری ہوئی مقام محمود میں لواء حمد کے تلے اولین اور آخرین سب آپ کی تعریف کرتے رہیں گے۔ اور آپ کا ارشاد کہ میں احمد ہوں، یہ صیغہ حمد سے اسم تفضیل ہے اور اسم فاعل کے معنی میں ہے، مبالغہ کے لئے اس کا متعلق حذف کردیا گیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آپ پر ایسے ایسے محامد الہام کریگا جو اولین و آخرین میں سے کسی پر الہام نہیں کیا، اصل میں **احمد من کل حامد** ہے یعنی میں ہر حمد کرنے والے سے بڑھ کر حمد کرنے والا ہوں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح صفت **محبیت** و محبوبیت اور صفت مریدیت و مرادیت کے جامع ہیں اسی طرح صفت حامدیت اور محمودیت کے بھی جامع ہیں۔ آپ جس طرح محب و محبوب، مرید اور مراد ہیں اسی طرح حامد و محمود بھی ہیں)

423/6965 حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے اپنے نام ذکر کرتے تو فرماتے میں محمد، احمد، مقفّی[1]، حاشر اور **نبی توبہ و نبی رحمت** ہوں۔ (مسلم)

قولہ أنا ماحیي: اور آپ کا ارشاد کہ میں ماحی ہوں (میں کفر مٹانے والا ہوں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس زمانے میں مبعوث ہوئے دنیا پر کفر کے بادل چھائے ہوئے تھے، دنیا کفر کی تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی، آپ چمکتا ہوا نور لیکر تشریف لائے، یہاں تک کہ کفر کو مٹا دیا۔ اور ایک دوسری حدیث شریف میں تفصیل سے آیا ہے آپ ماحی ہیں یعنی جو شخص بھی آپ کی اتباع کریگا اس کے گناہ معاف کردیے جائیں گے اور مٹا دیے جائیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **قل للذین کفروا ان ینتھوا یغفرلھم ماقد سلف.** آپ کافروں سے فرمادیجئے اگروہ باز آجائیں تو ان کے پچھلے گناہ معاف کردیئے اور مٹادیے جائیں گے۔

قولہ انا الحاشر (میں جمع کرنے والا ہوں) شرح السنہ میں ہے سب سے پہلے اٹھایا جاؤں گا۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **انا اول من تنشق عنہ الأرض.** سب سے پہلے میری قبر کھلے گی۔ امام نووی فرماتے ہیں اس کے معنی یہ ہے کہ لوگ میرے پیچھے اٹھیں گے یہ سب میری نبوت کے آخر میں اٹھائے جائیں گے، کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ امام طیبی کہتے ہیں حاشر میں حشر کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مجازی ہے کیونکہ جب تک آپ قبر شریف سے نہیں اٹھائے جائیں گے لوگ اٹھائے نہیں جائیں گے۔

قولہ انا العاقب الخ: میں عاقب (آخر میں آنے والا نبی) ہوں متن میں عاقب کی جو شرح ہے وہ کسی صحابی کی یا ان کے بعد والے، یا کسی دوسرے صاحب کی شرح ہے اور شرح مسلم لکھتے ہیں: علامہ ابن عربی نے فرمایا: عاقب سے مراد وہ ہیں جو خیر میں اپنے سے پہلے والوں کا جانشین ہو۔ اسی سے کہا جاتا ہے **عقب الرجل لولدہ.**

(ماخوذ از مرقات)

1 **قولہ المقفی.** (سب سے پہلے اور سب سے آخر میں آنے والا) یہ نام مبارک ف کو زیر اور تشدید کے ساتھ، اسم فاعل ہے، آخر میں آنے والے، یعنی آپ خاتم النبیین ہیں جو تمام انبیاء کے آخر میں آئے ہیں، آپ کے بعد کوئی

424/6966 ﴿ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: یقیناً میں اللہ کا ہدیہ رحمت ہوں[1]۔ (دارمی، بیہقی، شعب الایمان)

نبی نہیں اور ایک قول کے مطابق اللہ تعالیٰ کے ارشاد **فبهداهم اقتده** آپ ان کی ہدایت کی اقتداء کیجئے کے مطابق ان کے نشان قدم کے مطابق چلنے والے۔

قوله نبی التوبة. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تواب ہیں یعنی کثرت سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں رجوع کرنے والے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: **اِنّی أستغفر الله فی الیوم سبعین مرة أومائة مرة**" میں دن میں ستر یا سو مرتبہ اللہ کی جناب میں استغفار کرتا ہوں۔

یا اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ سابقہ امتوں کے برخلاف آپ کی امت کے گناہوں کو صرف استغفار کرنے سے معاف کر دیتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "**ولو أنهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك الآية**" وہ جب ظلم کئے اگر آپ کی خدمت میں آئیں اور اللہ کی جناب میں استغفار کریں اور ان کے لئے رسول بھی استغفار کریں تو اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا پائیں گے۔ اور یہ بات آپ کے ساتھ خاص ہے اس لئے آپ کا نام **نبی التوبہ** رکھا گیا اور آپ اس لئے بھی **نبی التوبہ** ہیں کہ آپ کے دست مبارک پر اسقدر خلقت نے توبہ کیا ہے کہ کسی دوسرے کے ہاتھ پر اسقدر نہیں ہوئے۔ یا آپ اس لئے بھی نبی التوبہ ہیں کہ آپ کی برکت سے اور آپ کے صدقہ میں اللہ تعالیٰ نے ان تمام کی توبہ قبول کی۔ (ماخوذ از: مرقات ولمعات)

1﴾ **قوله انا رحمته مهداة.** اس میں میم کو پیش ہے یعنی میں یقیناً سارے جہانوں کے لئے اللہ کی طرف سے بھیجی ہوئی رحمت ہوں، اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف بھیجا ہے، جو شخص اس کو قبول کرے گا وہ کامیاب اور ظفر مند ہوگا، اور جو اس کو قبول نہیں کریگا وہ ناکام اور نامراد رہیگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِیْنَ**" اور ہم نے آپ کو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (مرقات)

425/6967 اور ان ہی سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تم تعجب نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کے برا کہنے اور ان کی لعنت کرنے کو کس طرح مجھ سے پھیر دیا۔ وہ تو کسی مذمم اور برے گالیاں دیتے اور کسی برے پر لعنت بھیجتے ہیں، اور میں تو محمد (قابل تعریف بہت لائق ستائش) ہوں۔ (بخاری)

426/6968 حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کے دو دانتوں کے درمیان کشادگی تھی جب آپ گفتگو فرماتے تو آپ کے دندان مبارک کے درمیان سے نور نکلتے ہوئے دکھائی دیتا۔ (دارمی)

427/6969 حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خوشی ہوتی تو چہرۂ انور ایسا دمکتا گویا آپ کا چہرۂ انور چاند کا ٹکڑا ہے اور اس بات[2] کو ہم جان لیتے تھے۔ (متفق علیہ)

428/6970 حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے فرمایا: چاندنی کی چودھویں رات میں[3] میں نے نبی اکرم

---

1 قولہ یخرج من بین ثنایاہ. (آپ کے دندان مبارک کے درمیان سے نکلتا) یا تو اس سے آپ کا نورانی کلام مراد ہے یا کوئی زائد چیز ہے جس کا وجدانی ذوق ہی ادراک کرسکتا ہے اور دونوں بھی جمع ہوسکتی ہیں اس میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔ (مرقات)

2 قولہ کنا نعرف ذلک. (ہم اسکو جانتے تھے) یعنی یہ آپ کی عادت مبارکہ تھی یا یہ مطلب ہے کہ یہ بات میرے ساتھ ہی خاص نہیں تھی بلکہ ہم میں سے ہر ایک اس کو جان لیتا تھا۔ (مرقات)

3 قولہ لیلۃ اضحیان. (چاندنی کی چودھویں کی رات) ایک شارح نے فرمایا: چودھویں روشن رات جس میں بادل نہ ہوں۔ قولہ فجعلت انظر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی القمر (میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور چاند کو دیکھنے لگا،

صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور چاند کی طرف دیکھنے لگا، اس وقت آپ پر سرخ رنگ کا جوڑا تھا، آپ میرے پاس چاند سے زیادہ حسین تھے۔ (ترمذی، دارمی)

429/6971 ﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جیسی حسین کوئی چیز نہیں دیکھی گویا سورج آپ کے چہرہ میں دوڑ رہا ہے۔ اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سا تیز رفتار کسی کو نہیں دیکھا[1] گویا زمین آپ کے لئے لپیٹ دی جارہی ہے ہم اپنی جانوں کو مشقت میں ڈالتے تھے اور آپ بغیر کسی مشقت کے کر دیتے تھے۔ (ترمذی)

430/6972 ﴾ حضرت ابوعبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا: میں نے ربیع بنت معوذ بن عفراء سے کہا آپ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان فرمائیں تو وہ بیان کیں اے میرے پیارے بچے اگر تم آپ کو دیکھتے تو چمکتا ہوا سورج دیکھتے۔ (دارمی)

431/6973 ﴾ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک اور ریش مبارک کے سامنے کے بال پک گئے تھے[2]، اور جب آپ تیل لگاتے تو وہ

یعنی ان دونوں کے درمیان ظاہری حسن میں ترجیح دینے کے لئے دیکھنے لگا کہ کون حسین نظر آتے ہیں۔ (مرقات)

1﴾ **قوله ما رأيت احدا أسرع في مشيه من رسول الله صلى الله عليه وسلم.** (میں کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سا تیز رفتار نہیں دیکھا) آپ ہمیشہ اپنے وقار و سکون کے ساتھ میانہ روی کی رفتار چلتے تھے، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر عمل پیرا ہوتے ہوئے چلتے تھے۔ **واقصد** آپ اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کریں۔ (مرقات)

2﴾ **قوله قد شمط.** یعنی سفید ہو گئے تھے، فارسی میں اس کے معنی ہیں بال پک گئے تھے۔ اور وکان مستدیرا کے معنی **مائلا الى التدوير** ہے یعنی گولائی کی طرف مائل تھے۔ کیونکہ آپ کے شمائل وحلیۂ مبارکہ میں روایت ہے: "**انه لم يكن مكلثم الوجه**" آپ گول چہرے کے نہیں تھے۔ (مرقات)

ظاہر نہیں ہوتے تھے، جب آپ کے سر مبارک کے بال بکھرے ہوتے تو وہ ظاہر ہوجاتا اور آپ کی داڑھی کے بال گھنے تھے، ایک صاحب نے کہا آپ کا چہرہ انور تلوار کے مثل تھا تو انہوں نے کہا نہیں بلکہ وہ سورج اور چاند کے مثل تھا اور گولائی لئے ہوئے تھا اور آپ کے شانہ کے پاس مہر نبوت کو میں نے کبوتر کے انڈے کے مثل دیکھا جو آپ کے جسم مبارک کے مشابہ ہم رنگ تھا۔ (مسلم)

432/6974 حضرت عبداللہ بن سرجس سے روایت ہے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور جب میں آپ کے ساتھ جب روٹی، گوشت اور ثرید کھایا اور آپ کے پیچھے چکر لگایا تو آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت دیکھا[1]، یہ آپ کے بائیں شانہ کی نرم ہڈی کے پاس مٹھی کے مثل تھا[2] اس پر پھر پھریوں کے مثل تل تھے۔ (مسلم)

433/6974 حضرت ام خالد بنت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرمائیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ کپڑے لائے گئے اس میں ایک چھوٹی کالی چادر تھی[3] تو فرمایا میرے پاس ام خالد کو

1 **قوله عندنا غض كتفيه اليسرى.** اکثر روایات میں دونوں شانوں کے درمیان مذکور ہے۔ علامہ تورپشتی نے فرمایا: ان دو اقوال میں کوئی اختلاف نہیں و تناقض ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ انہوں نے اسکو اسی طرح پایا اور وہ جو بین **کتفیه** یعنی دو کندھوں اور شانوں کے درمیان کا ذکر ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دونوں طرف سے برابر بیچ میں تھا بلکہ دونوں جانب میں سے ایک جانب تفاوت اور فرق تھا، یا دونوں جانب سے برابر تھا مگر ان کو ایسا خیال ہوا کہ بائیں جانب کی طرف نسبتاً قریب ہے، اور جس روایت میں سیدھی جانب کے قریب مذکور ہے اس کا مطلب بھی ایسا ہی ہوسکتا ہے۔ (مرقات)

2 **قوله جمعا** لفظ جمعا جیم کو پیش اور میم کو جزم سے، انگلیوں کو ایک جگہ جمع کرکے ملانا، یعنی مٹھی، جیسے کہا جاتا ہے: "**ضربه بجمع كفه**" میم کو پیش کے ساتھ یعنی اسکو اپنی ہتھیلی کی مٹھی سے مارا۔ اور ہوسکتا ہے یہاں مہر نبوت کی یہ تشبیہ اس کی شکل و ہیئت میں ہو اور مقدار میں ہو اور یہاں ہیئت میں تشبیہ مراد ہے، کیونکہ اس میں مثل بیضۃ الحمام کبوتر کے انڈے کی تشبیہ سے موافقت ہوجاتی ہے۔ (مرقات)

3 **قوله فيها خميصة.** علامہ مظہر نے کہا ہے کہ ان میں سے ایک کالی چوکور چادر تھی اور سا میں نقش و نگار تھا۔ اور لفظ

لاؤ تو ان کو اٹھا کر لایا گیا آپ نے اپنے ہاتھ سے اس چادر کو لیا اور ان کو پہنا دیا¹ اور فرمایا **ابلی واخلقی** (پرانے ہونے اور پھٹنے تک پہنو) **ثم ابلی واخلقی** (پرانے ہونے اور پھٹنے تک پہنو) اور اس میں ہرا یا زرد نشان تھا اور فرمایا اے ام خالد یہ بہتر ہے اور سناہ کے معنی حبشی زبان میں اچھا اور بہتر، وہ کہتی ہیں میں مہر نبوت سے کھیلنے لگی تو میرے والد نے مجھے ڈانٹا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو چھوڑ دو۔ (بخاری)

434/6976 ﴾ حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت طویل نہیں تھے اور پست قد بھی نہیں تھے² اور نہ بہت سفید تھے اور نہ گندمی رنگ کے تھے اور چھلہ دار بال والے بھی نہیں تھے اور لمبے بال والے بھی نہیں تھے۔ اللہ تعالی نے آپ کو چالیس سال کی عمر میں

سوداء بطور تاکید یا بطور تجرید کے ہے۔

اور **قولہ تحمل** اس کو اٹھا کر لایا گیا یہ پہلی ضمیر سے حال ہے۔ وہ چھوٹی تھی اس لئے اس کو اٹھا کر لایا گیا۔ (مرقات)

1﴾ **قولہ فالبسھا**۔ (آپ نے اس کو پہنا دیا) حضرت شیخ صمدانی شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ نے اپنی کتاب عوارف میں اشارہ کیا ہے کہ حضرات مشائخ صوفیہ کے خرقہ پہنانے کی دلیل یہ حدیث شریف ہے۔ میں کہتا ہوں ہو سکتا ہے اس سے آپ کی مراد خرقہ اجازت نہیں بلکہ بطور تبرک خرقہ پہنانا ہو۔ (مرقات)

2﴾ **قولہ لیس بالطویل البائن الخ**. خلاصۂ کلام یہ ہے کہ آپ میانہ قد کے مائل بہ درازی تھے۔ اور **لیس بالطویل البائن** میں لفظ بائن سے، بہت زیادہ لمبے ہونے کی نفی کی گئی ہے مطلق لمبائی کی نفی نہیں ہے بلکہ آپ مائل بہ درازی تھے، پست قد بھی نہیں تھے۔ بغیر کسی قید کے پست قد کی نفی بہت لمبائی کے مقابلہ میں ہے، یعنی آپ میانہ قد تھے، چنانچہ ایک روایت میں صراحت ہے **انہ ربعة الی الطول**.

آپ میانہ قد مائل بہ درازی تھے، اور آپ اپنی ذات مبارکہ میں میانہ قد مائل بہ درازی تھے کوئی دراز آدمی آپ کے برابر میں آجاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لمبائی میں اس سے بڑے نظر آتے تھے۔ اور **قولہ ولیس بالجعد** یعنی آپ کے زلف

مبعوث فرمایا اور آپ مکہ میں دس سال رہے[1] اور مدینہ میں دس دل سال رہے اور اللہ نے آپ کو ساٹھ (۶۰) سال میں وفات دی اور آپ کے سر اور داڑھی میں بیس بال بھی سفید نہیں تھے۔

435/6977 ﴿ اور ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بیان کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا: کہ آپ قوم میں میانہ قد تھے، طویل قد نہیں تھے اور پست قد بھی نہیں تھے، روشن قد تھے اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زلف مبارک دونوں کانوں کے نصف حصہ تک تھے[2]۔ 436/6978 ﴿ اور ایک روایت میں ہے وہ آپ کے دونوں کانوں اور شانوں کے درمیان تک تھے۔ (متفق علیہ)

437/6979 ﴿ اور بخاری کی ایک روایت میں ہے آپ کا سر مبارک عظیم اور دونوں قدم گوشت سے بھرپور تھے۔ میں آپ کے جیسا نہ آپ سے پہلے دیکھا اور نہ آپ کے بعد دیکھا اور آپ کی دونوں ہتیلیاں کشادہ تھیں[3]۔ 438/6980 ﴿ اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ آپ کے دونوں قدم اور دونوں ہتیلیوں پر گوشت تھے۔

مبارک زیادہ چھلہ دار نہیں تھے اور نہ بالکل سیدھے لمبے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کے زلف ان دونوں کے مابین درمیانی خوبصورت تھے۔ (ماخوذ از مرقات)

1﴿ **قوله فأقام بمكة.** یعنی بعثت کے بعد مکہ مکرمہ میں دس (۱۰) سال رہے لیکن درحقیقت آپ اس میں تیرہ (۱۳) سال رہے اور ایک قول پندرہ (۱۵) سال کا بھی ہے اور یہیں سے آپ کی عمر شریف کے بارے میں اختلاف رونما ہوا اور علماء نے فرمایا ہے کہ جن حضرات نے دس سال کہا تو انہوں نے دہائی کو لیا اور کسر کو چھوڑ دیا ہے، اور جن حضرات نے پندرہ (۱۵) سال کہا تو انہوں نے ولادت اور وفات کے دو الگ الگ مستقل سال شمار کئے۔ (غور کرو) (لمعات)

2﴿ **قوله الى انصاف أذنيه.** (آپ کے زلفِ مبارک دونوں کانوں کے نصف حصہ تک تھے) صاحب مجمع البحار نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گیسو مبارک کی مقدار میں روایات کا اختلاف دراصل مختلف اوقات کی وجہ سے ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بالوں کو کم کرنے میں کچھ تاخیر فرماتے تو وہ شانوں کو چھوتے تھے اور جب آپ ان کو کم کرتے تو کانوں تک ہوجاتے تھے۔ (لمعات)

3﴿ **قوله وكان سبط الكفين.** یعنی دونوں ہتیلیاں کشادہ تھیں، انگلیوں کے پورے گوشت اور لمبے تھے۔

439/6981 حضرت براء رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میانہ قد تھے اور آپ کے دونوں شانوں کے درمیان کا فاصلہ زیادہ تھا، آپ کے گیسو آپ کے دونوں کانوں کی لو کو چھوتے تھے۔ میں نے آپ کو سرخ جوڑے میں دیکھا، اور آپ کے جیسا حسین تو میں کبھی نہیں دیکھا۔ (متفق علیہ)

1 قوله مرفوعا. یعنی تقریباً میانہ قد تھے۔ فی الحقیقت آپ اس سے بھی لمبے تھے، قولہ بعید ما بین المنکبین، دونوں شانوں کے درمیان کا فاصلہ زیادہ تھا۔

لفظ بعید ب کو فتحہ کے ساتھ مکبر اور ب کو پیش کے ساتھ مصغر بھی ہے۔ (یعنی تھوڑا زیادہ فاصلہ) اور "دال" کو زبر کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے اس وقت کان کی خبر دوم ہے۔ اور پیش کی صورت میں مبتداء محذوف کی خبر ہے۔

قوله له شعر بلغ شحمة أذنيه (آپ کے گیسو دونوں کانوں کی لو تک چھوتے تھے) یعنی کانوں کی لو کو تھے۔ اور ابن ماجہ اور ترمذی باب الشمائل میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی روایت میں ہے آپ کے گیسو جمہ سے کم اور وَفرہ سے زیادہ تھے، جمہ وہ گیسو ہیں جو شانوں پر لٹکتے ہوں اور وَفرہ گیسو ہیں جو کان کی لو تک ہوتے ہیں، اور ان روایات میں اختلاف حالات کے اختلاف کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔

2 رأيته فيي حلة حمراء. (آپ کو میں سرخ جوڑا زیب تن کئے ہوئے دیکھا ہوں) علامہ ابن مالک نے کہا ہے کہ سرخ لباس سے مراد اس میں سرخ دھاریاں تھیں۔ علامہ ابن ہمام نے فرمایا اس میں مراد یمن کے ایسے دو کپڑے مراد ہیں جس میں سرخ اور سبز دھاریاں ہوتی ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ بالکل سرخ رنگ کے تھے۔ اور علامہ قسطلانی نے فرمایا: یہ دھاریاں دار لباس تھا۔ اور علامہ میرک نے فرمایا جو حضرات سرخ لباس جائز قرار دیتے ہیں ان کے لئے اس میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر اس کے ظاہری معنی (خالص سرخ لباس) بھی لئے جائیں تو تب بھی سرخ لباس جائز ہونے کے لئے اس میں کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص ہو یا یہ سُرخ لباس کی ممانعت کے حکم سے پہلے کا واقعہ ہو، یا بیان جواز کے لئے بھی ہو سکتا ہے۔ اسی صورت میں حرام

440/6982 ﴾ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے میں نے شانوں کے قریب زلفوں والے سرخ جوڑا پہنے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سا کوئی حسین نہیں دیکھا۔ آپ کے گیسو مبارک آپ کے دونوں شانوں کو چھوتے تھے[1]، آپ کے دونوں شانوں کے درمیان کا فاصلہ لمبا تھا آپ نہ لمبے تھے اور نہ پست قد تھے۔ (مسلم)

441/6983 ﴾ حضرت ابوالطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ سفید نوری رنگت اور ملاحت والے میانہ قد کے تھے[2]۔ (مسلم)

442/6984 ﴾ حضرت سماک بن حرب حضرت جابر بن سمرہ سے روایت کرتے ہیں فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک کشادہ تھا، دونوں آنکھیں دراز تھیں، اور دونوں ایڑیاں چھریری (پتلی) تھیں، سماک سے پوچھا گیا **ضلیع الفم** کے کیا معنی ہیں تو فرمایا: **عظیم الفم** کشادہ دہن والے اور پوچھا گیا

نہیں بلکہ مکروہ (تنزیہی) ہوگا۔ (مرقات)

1﴾ **ذی لمۃ** ۔ (شانوں تک گیسو والے) لمہ لام کو کسرہ "زیر" اور میم کو تشدید کے ساتھ۔ نہایہ میں ہے لمہ (بالوں کا کانوں تک ہونا) یہ جمہ سے کم ہوتا ہے اسکو لمہ اسلئے کہا جاتا ہے یہ بال شانوں تک لٹکتے ہیں۔ (مرقات)

2﴾ **قولہ مقصدا.** ص کو زبر اور تشدید کے ساتھ (اسم مفعول) یعنی متوسط اور میانہ قد تھے اور کتاب نہایہ میں ہے۔ **مقصد** کا مطلب یہ ہے کہ آپ لمبے بھی نہیں تھے پست قد بھی نہیں تھے اور موٹے (بھدے) بھی نہیں تھے گویا ہر چیز میں میانہ ساخت تھے، ہر چیز میں اعتدال تھا افراط و تفریط میں کسی جانب بھی مائل اور جھکے ہوئے نہیں تھے۔

اشکل العینین سے مراد کیا ہے، تو فرمایا: آنکھوں کی شق طویل تھی (دراز آنکھیں تھیں [1]) اور پوچھا گیا منھوش العقبین کے کیا معنی ہیں تو بتایا ایڑی چھریری اور پتلی تھی۔ (مسلم)

443/6985 حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں پنڈلیوں میں لطافت تھی [2]، اور آپ ہنستے نہیں بس مسکراتے تھے [3]۔ جب میں آپ کو دیکھتا تھا تو کہتا تھا کہ آپ دونوں آنکھوں میں سرمہ لگائے ہوئے ہیں حالانکہ سرمہ نہیں لگائے تھے۔ (ترمذی)

1 **ما اشکل العینین الخ** ۔ علامہ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ حضرت سماک نے اشکل العینین کی جو تفسیر اور وضاحت کی ہے یہ ان کا وہم ہے، اور غلط ہے، اس کے صحیح معنی وہ ہیں جس پر علماء کا اتفاق ہے، اور اس معنی کو حضرت ابوعبیدہ اور الفاظ غریبہ کی شرح کرنے والے تمام حضرات نے نقل کیا ہے۔ شکلہ کا مطلب یہ ہے کہ آنکھ کی سفیدی میں سرخ ڈورے ہوں (سفیدی مائل بہ سرخی) اور یہ خوبصورتی قابل تعریف ہے۔ (مرقات)

2 **حموشہ**۔ حاء اور میم دونوں کو پیش ہے یعنی لطافت اور نظافت اور یہ آپ کے تمام اعضاء مبارکہ کے مناسب اور ان میں مناسبت تھی۔ (مرقات)

3 **قولہ وکان لا یضحک الا تبسما** ۔ آپ ہنستے نہیں صرف مسکرادیا کرتے۔ یہ اکثر اوقات کے اعتبار سے ہے، بعض احادیث میں آیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ہنسے بھی ہیں یہاں تک کہ آپ کی کونچلیاں ظاہر ہوئیں، دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔

قولہ اکحل العینین ولیس باکحل۔ (آپ کی دونوں آنکھیں سرگیں تھیں حالانکہ سرمہ نہیں لگاتے تھے) اس کا مطلب یہ ہے کہ میں جب آپ کو دیکھا تو ایسا خیال کیا کہ آپ اپنے چشم مبارک میں سرمہ لگائے ہیں، حالانکہ آپ سرمہ نہیں لگائے تھے، بلکہ آپ کی چشم مبارک میں خلقتاً سرمہ تھا یعنی دونوں خلقتاً سرگیں تھیں۔ (مرقات)

444/6986 ﴿ حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان فرماتے تو فرماتے آپ نہ زیادہ لمبے تھے اور نہ بہت پست قد، آپ قوم میں میانہ قد تھے، اور آپ نہ بالکل چھلہ دار بال والے تھے، اور نہ بالکل لمبے بال والے، بلکہ کچھ خمدار بال تھے چہرہ انور نہ موٹا تھا اور نہ بالکل گول تھا، بلکہ آپ چہرۂ انور میں قدرے گولائی تھی، روشن رنگت کے تھے، اور سرخی پلائی ہوئی دراز کشادہ آنکھیں اور ان کی سیاہی وسفیدی گہری تھی، اور پلکیں دراز تھیں جوڑوں کی ہڈیاں اور شانے مضبوط جسم اطہر صاف تھا، سینہ انور پر بالوں

1﴿ **قوله الممغط.** پہلے میم کو پیش اور دوسرے میم کو تشدید اور فتحہ (زبر) اور غ معجمہ کو کسرہ (زیر) یہ مغط سے مشتق ہے اس کے معنی دراز۔ صاحب جامع الاصول علامہ ابن اثیر کے قول کے مطابق یہ باب انفعال کا اسم فاعل ہے، یہ اصل میں منمغط (م ن م) تھا ن کو میم کی مطاوعت میں میم سے بدل دیا گیا پھر میم کا میم میں ادغام کیا گیا ممغط ہوا۔

قوله المتردد. یعنی بہت پست قد کہ جسم کا ایک حصہ دوسرے حصہ میں پلٹ گیا ہو اور آپس میں ایک دوسرے میں مل گیا ہو، اور اجزاء ایک دوسرے میں پیوست ہو گئے ہوں ایسے نہیں تھے، یعنی پست قد نہیں تھے۔

قوله المطهم. ہ کو تشدید اور فتحہ (زبر) کے ساتھ یعنی بہت موٹا۔ اور اس کے ایک معنی بہت دبلا، یہ لفظ لغت اضداد سے ہے (یعنی بہت موٹا بہت دبلا) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے ایک معنی پھولا ہوا یعنی موٹا چہرہ۔

قوله المكالثم. ث کو زبر کے ساتھ بالکل گول چہرہ (یعنی آپ بالکل گول چہرہ نہیں تھے بلکہ آپ کا چہرۂ انور قدرے گولائی کی طرف مائل تھا۔ اسی لئے فرمایا کہ آپ کے چہرۂ انور میں قدرے گولائی تھی۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کا چہرۂ انور گولائی اور لمبائی کے درمیان حسین تھا۔

وقوله ادعج العينين. ایک شارح نے بیان کیا دونوں آنکھیں کشادہ طویل ہونے کے ساتھ گہری سیاہ پتلی کی تھی، اور کتاب النہایہ میں ہے دعج سے مراد آنکھ میں سفیدی کے ساتھ گہری سیاہی ہے۔

وقوله اهدب الاشفار. طویل پلکیں تھیں۔

کی ایک قطار تھی۔ دونوں ہتیلیاں اور دونوں قدم پر گوشت تھے، آپ جب چلتے تو قوت سے قدم اُٹھا کر چلتے، گویا نشیب میں اتر رہے ہیں، اور آپ جب کسی جانب متوجہ ہوتے تو پوری طرح متوجہ ہوتے، آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھا، اور آپ خاتم النبین ہیں، اور تمام انسانوں میں سب سے زیادہ سخی دل، اور زبان کے اعتبار سے انسانوں میں سب سے زیادہ سچی زبان کے اور سب سے زیادہ نرم مزاج اور سب سے زیادہ اچھا برتاؤ کرنے والے تھے، جو شخص آپ کو پہلی مرتبہ اچانک دیکھ لیتا تو آپ سے ہیبت کھا جاتا تھا اور جو شخص آپ سے واقفیت رکھ کر ملاقات کرتا تو آپ سے محبت کرنے لگتا۔ آپ کی صفت بیان کرنے والا کہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہ آپ سے پہلے کسی کو دیکھا اور نہ آپ کے بعد کسی کو دیکھا۔ (ترمذی)

وقولہ جلیل المشاش. میم کو زبر کے ساتھ بڑی ہڈیوں والے جیسے دونوں کہنیوں، دونوں شانوں اور دونوں گھٹنوں کی ہڈیاں ہیں کہ ان کے سرے بڑے اور موٹے تھے۔

قولہ التکد. دونوں شانوں کے ملنے کی جگہ یعنی کندھا۔

قولہ اجرد. یعنی وہ جس کے بدن پر بال نہ ہوں اس سے جسم کے اکثر حصہ پر بالوں کا نہ ہونا مراد ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کے بعض حصوں پر، جیسے سینہ مبارک، کلائیوں اور پنڈلیوں پر بال تھے۔

ذو مسربة. سے واضح ہے کہ اجرد سے مراد یہ نہیں ہے کہ آپ کے جسم اطہر پر بالکل بال نہیں تھے، اجرد کا لفظ اشعر کے مقابل میں ہے، اشعر یعنی جسکے پورے بدن پر بال ہوں، اور یہاں اجرد سے مراد یہ کہ آپ کے جسم اطہر کے بعض حصوں پر بال تھے۔ ہندوستان وغیرہ کے بعض تجربہ کار اصحاب کے پاس وہ شخص جس کے جسم پر اور خاص طور پر سینہ پر بال نہ ہوں وہ قابل تعریف نہیں ہے۔

قولہ ششن الکفین والقدمین (دونوں ہتیلیاں اور قدم پُر گوشت مضبوط) یعنی دونوں ہتیلیاں اور دونوں قدم پر گوشت یعنی مضبوط تھے اس میں گرفت کی قوت اور ثابت قدمی ہوتی ہے اور اس سے گرفت و بہادری اور عبادت کرنیکی قوت کا پتہ چلتا ہے

قولہ اذا مشی یتقلع۔ یتقلع (جب چلتے پاؤں اٹھا کر قوت سے چلتے) لام کو تشدید کے ساتھ (باب تفعل سے) پیروں کو یکے بعد دیگرے پوری قوت کے ساتھ بہادر انسان کی طرح اٹھاتے چلتے تھے ناز سے چلنے والوں کی طرح پاؤں کو نزدیک نزدیک ڈال کر نہیں چلتے تھے، کیونکہ یہ عورتوں کے چلنے کا طریقہ ہے۔

کانما یمشی فی صبب۔ کا مطلب یہ ہے کہ آپ ایسا چلتے تھے گویا نشیب میں اتر رہے ہیں اس میں اشارہ ہے، آپ قدم کی طرف جھک کر قوت سے چلتے تھے۔

قولہ اذا التفت۔ یعنی آپ جب اپنی کسی ایک جانب مُڑنا چاہتے تو پوری طرح مڑتے اور متوجہ ہوتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کن آنکھ سے نہیں دیکھتے تھے، اور اس کا مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے آپ جب کسی چیز کو دیکھتے تو سیدھے اور بائیں جانب اپنی گردن نہیں موڑتے تھے، کیونکہ اس طرح کی حرکت اوچھے اور ہلکے آدمی کی ہوتی ہے، آپ متوجہ ہوتے تو پوری طرح متوجہ ہوتے اور جب پلٹتے تو پوری طرح پلٹتے تھے۔

قولہ اجود الناس۔ سخی دل۔ لفظ **أجود** یا تو جود سے جیم کو زبر کے ساتھ مشتق ہے، اس کے معنی کشادہ اور وسیع ہونا، یعنی آپ وسیع قلب کے تھے، بیزار نہیں ہوتے تھے، اور امت کی طرف سے آپ کو جو تکلیف پہنچتی اور بدوی حضرات جو زیادتیاں کرتے تو اس پر تنگ دل نہیں ہوتے تھے۔

یا لفظ اجود جیم کو پیش کے ساتھ، جود سے مشتق ہے یا لفظ اجود عطاء اور داد و دہش کے معنی میں ہے، جو بخل کی ضد ہے، یعنی دنیا کی دولت زیب و زینت سے بھی کسی کو سرفراز کرنے میں بخل نہیں کرتے تھے، اور اسی طرح آپ کے سینہ مبارک میں جو علوم، و معارف اور حقائق ہیں اس سے کسی کو سرفراز کرنے میں بھی بخل نہیں کرتے تھے، آپ تمام انسانوں میں دل کے سب سے زیادہ سخی تھے۔

قولہ أصدق الناس لهجة۔ لہجہ کے معنی زبان کے ہیں اور یہ لفظ ھا کو جزم سے ہے اور زبر (فتحہ) سے بھی پڑھا گیا ہے۔ **قولہ ألينهم عريكة.** عریکہ کے معنی پہلو اور طبیعت و فطرت کے ہیں اور کتاب نہایہ میں ہے جب کسی شخص میں نرمی اور اطاعت و فرمانبرداری ہوتی ہے اور وہ اختلافات کم رکھتا ہے تو ایسے شخص کو لین العریکہ کہتے ہیں۔

قولہ اکرمهم عشيرة. عشیرۃ سے معاشرت اور مصاحبت مراد ہے یعنی اپنے اور پرایوں سے عزت کا برتاؤ کرنے والے تھے۔

445/6987 ﷺ ان ہی سے روایت ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ لمبے تھے نہ پست قد تھے۔ عظیم سر اور گھنی داڑھی تھی۔ ہتھیلیاں اور دونوں قدم پُر گوشت تھے رنگت سرخی مائل تھی۔ جوڑوں کی ہڈیاں بڑی تھیں 1۔ اور سینہ تا ناف بالوں کی ہلکی قطار تھی، اور آپ جب چلتے تو قوت کے ساتھ جھک کر چلتے گویا نشیب کی طرف اتر رہے ہیں 2۔ میں نے آپ سا حسین نہ آپ سے پہلے دیکھا اور نہ آپ کے بعد دیکھا 3 صلی اللہ علیہ وسلم۔ امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (ترمذی)

قوله من راه بديهة. یعنی جو شخص آپ کو پہلی مرتبہ اور اچانک دیکھتا۔ **حابہ۔** یعنی اس کو ہیبت زدہ کردیتا۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص آپ کے تعلق سے پہلے اور آپ کی معرفت سے پہلے ملاقات کرتا تو وہ آپ کے وقار و سکون کی وجہ سے ہیبت زدہ مرعوب ہو جاتا اور جب آپ سے اس کا تعلق بڑھتا اور آپ کے پاس حاضر رہتا تو آپ کے حسن اخلاق کریمانہ صفات کی وجہ آپ سے بے انتہا محبت کرنے لگتا تھا۔

وقوله يقول ناعته. یعنی آپ کے شان عظمت اور نعت شریف بیان کرنے والے اس کا حق ادا کرنے سے عاجز ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں آپ سا حسین نہ آپ سے پہلے کسی کو دیکھا اور نہ آپ کے بعد آپ سا کوئی ہو سکتا ہے) (ماخوذ از مرقات)

1ﷺ **قوله ضخم الكراديس.** آپ کے اعضاء بدن عظیم تھے۔ کرادیس کردوس کی جمع ہے کردوس ان دو ہڈیوں کو کہتے ہیں جو کسی جوڑ میں ملتی ہیں، جیسے دو شانے، دو گھٹنے، دو سرین اور ہڈیوں کے سروں کو بھی کردوس کہا جاتا ہے۔

قوله المسربه. م کو فتحہ (زبر) سین کو جزم اور راء کو پیش ہے۔ باریک بالوں کی ایک ڈوری جو سینہ سے ناف تک ہوتی ہے۔ (مرقات)

2ﷺ **قوله كانما ينحط من صبب.** کتاب شرح السنہ میں ہے صبب کے معنی زمین کے نشیب۔ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ طاقت وقوت سے دونوں پیروں کو زمین سے اچھی طرح اٹھا کر چلتے تھے۔ آپ اس آدمی کی طرح نہیں چلتے تھے جو نازو انداز سے پاؤں کے قریب قریب ڈال کر چلتا ہے۔ (مرقات)

3ﷺ **قوله لم ار قبله ولا بعده مثله.** اکثر اوقات اس طرح کا کلام یہ بتانے کے لئے ہوتا ہے کہ آپ کے جیسا کبھی بھی کہیں بھی نہیں ہو سکتا۔ اس میں پہلے اور بعد کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ یہ مطلق ہے، یہ فصاحت و بلاغت نظام کلام ہے اس

446/6988 ﴾ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روشن رنگ کے تھے اور آپ کا پسینہ موتی تھا، آپ جب چلتے تو قوت کے ساتھ پاؤں اٹھا کر چلتے[1]، میں نے کسی بھی ریشم وحریر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتیلی کے جیسا نرم نہیں چھوا۔ اور مشک وعنبر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی خوشبو نہیں سونگھا۔ (متفق علیہ)

447/6989 ﴾ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس تشریف لاتے اور قیلولہ کرتے[2] تو وہ چمڑے کا بستر بچھا دیتی تھیں تو اس پر قیلولہ کرتے اور آپ کو پسینہ بہت نکلتا تھا اور وہ آپ کے پسینہ کو جمع کرتیں اور اس کو خوشبو میں ڈالدیتی تھیں، تو نبی اکرم صلی اللہ

سے یہ بتانا مقصود ہے کہ آپ کے اوصاف اور آپ کی نعت کے بیان کا حق ادا کرنے سے سب عاجز ہیں۔ (مرقات)

1﴾ **قولہ اذا مشی تکفأ**۔ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پاؤں اٹھاتے تو ایک دم قوت کے ساتھ اٹھاتے جیسے طاقتور اور مضبوط لوگ چلتے ہیں اور ان کمزور لوگوں کی طرح نہیں جو زمین پر پاؤں کھینچتے ہوئے چلتے ہیں۔ (صاحب مرقات نے علامہ تورپشتی سے اسے نقل کیا ہے۔ مرقات)

2﴾ **قولہ فیقیل عندھا**۔ (آپ ان کے پاس قیلولہ فرماتے) کیونکہ ام سلیم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت انس کی والدہ تھیں اس میں غیر محرم کے ساتھ تنہائی اور بے پردگی کا مطلب نہیں نکلتا ہے۔ علامہ نووی نے فرمایا: ام حرام اور ام سلیم یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی یا نسبی خالائیں تھیں دونوں محرم تھیں، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ان دونوں کے ساتھ تنہائی اور خلوت میں رہنا جائز تھا۔ اسی لئے آپ ان دونوں کے پاس جاتے تھے دوسری عورتوں کے پاس نہیں جاتے تھے۔

اور علامہ تورپشتی نے فرمایا کہ میں نے حدیث شریف کی بعض کتابوں میں پایا ہے کہ یہ (ام سلیم) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محارم میں سے تھیں۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی کسی اجنبی خاتون کے گھر میں جس سے آپ کو حرمت کا

علیہ وسلم نے فرمایا اے ام سلیم یہ کیا ہے تو عرض کیں آپ کا پسینہ ہے ہم اس کو ہمارے عطر میں ملاتے ہیں اور یہ پسینۂ مبارک سب سے زیادہ خوشبودار ہے۔ 448/6980 اور ایک روایت میں ہے عرض کیں یارسول اللہ ہم ہمارے بچوں کے لئے اس کی برکت کی امید رکھتے ہیں، آپ نے فرمایا تم نے ٹھیک کیا[1] ہے (متفق علیہ)

نسبی یا کوئی اور حرمت کا رشتہ نہیں تھا قیلولہ نہیں کئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ام سلیم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حرمت کا رضاعی رشتہ تھا۔

اور جب ہم یہ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیر خوارگی کی مدت میں مدینہ منورہ کو نہیں لائے گئے، تو یہ بات متعین ہے کہ یہ رضاعی رشتہ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ کی جانب سے تھا کیونکہ حضرت عبداللہ کی پیدائش مدینہ منورہ میں ہوئی اور عبدالمطلب نے اپنے والد ہاشم سے الگ ہو کر مدینہ منورہ میں قبیلہ بنی نجار کی خاتون سے شادی کی، اورام سلیم وام حرام دونوں جو ملحان کی بیٹیاں ہیں بنی نجار قبیلے کی ہیں، علماء کی ایک بڑی جماعت نے ام سلیم وامِ حرام کی ان روایات کو تو بیان کیا۔ لیکن کسی نے بھی اسکی وجہ بیان نہیں کی۔ یا تو یہ کہ ان سے غفلت ہوگئی وہ اس جانب توجہ نہیں کئے، یا اس کا ان کو علم نہیں ہوسکا تھا، مگر میں نے چاہا کہ اسکی وجہ بتاؤں تا کہ کوئی ناواقف یہ خیال نہ کرے کہ آپ معصوم ہونے کی وجہ سے آپ کے لئے اس کی گنجائش تھی، اور کوئی رخصت پسند اس میں رخصت واجازت گمان نہ کرے جب کہ اس میں کسی قسم کی اجازت ورخصت نہیں ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ میں پہلا شخص ہوں جو اللہ کی توفیق سے اس وجہ کو بیان کرسکا۔ کیا ہی خوش بختی ہے میری کہ اس بے بہا موتی کو نکالا اللہ تعالی کی اس عظیم عطا پر میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ (مرقات)

1 **قولہ اصبت.** (تم نے ٹھیک کام کیا) تم نے اچھا کام کیا اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ صالحین کے آثار سے تبرک اور تقرب حاصل کرنا مستحب ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے وصیت کی کہ میری میت اور میرے کفن کی خوشبو میں اس کو شامل کیا جائے۔

449/6991 ﴿ حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پہلی نماز پڑھی[1] پھر آپ اپنے گھر والوں کی طرف تشریف لے گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ چلا پس چند لڑکے آپ کے سامنے آئے تو ان بچوں میں سے ہر ایک کے دونوں رخساروں پر آپ ہاتھ پھیرنے لگے، اب رہا میں جب آپ میرے رخساروں پر بھی ہاتھ پھیرے تو میں آپ کے ہاتھ کی ٹھنڈک پایا اور اس میں ایسی خوشبو پایا[2] گویا آپ عطار کے ڈبے سے اس کو نکالے ہیں۔ (مسلم)

450/6992 ﴿ اور ان ہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی راستہ سے چلتے اور پھر کوئی اس کے بعد اس راستہ سے گزرتا[3] تو آپ کی خوشبو کی مہک سے یا آپ کے پسینہ کی خوشبو سے پہچان لیتا کہ آپ اس راستے پر چلتے ہیں۔ (دارمی)

1﴿ **صلوۃ الاولی.** اس میں موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہے، اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے صبح کی نماز فجر مراد ہے اور امام نووی نے فرمایا کہ یہ ظہر کی نماز ہے اور علامہ ابن مبارک نے بھی یہی بات کہی۔ (مرقات)

2﴿ **قولہ کانما اخرجھا من جؤنۃ عطار.** جب آپ اپنی آستین سے اپنا ہاتھ نکالے تو ایسا خوشبودار تھا گویا عطار کے ڈبہ سے نکالے ہیں۔ امام نووی نے فرمایا اس حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو کا بیان ہے اور یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہے۔ علماء نے فرمایا ہے یہ خوشبو آپ کی صفت ہے اگرچیکہ آپ خوشبو کو ہاتھ نہ لگائیں ہوں۔ اور اس کے باوجود آپ اکثر اوقات فرشتوں کی ملاقات اور وحی کو لینے اور مسلمانوں کی ہمنشینی کی خاطر خوشبو میں اضافہ کے لئے مزید خوشبو استعمال کرتے۔ (مرقات)

3﴿ **قولہ طریقا.** یعنی آپ کسی گلی سے چلتے۔ **قولہ من طیب عرفہ.** "ع" کو زبر اور "ر" کو جزم اور اس کے بعد ف (ق) ہے۔ آپ کی خوشبو مطلب یہ ہے کہ اس راستہ کی فضاء اور ہوا آپ کی خوشبو کی کیفیت سے معطر ہو جاتی تھی اور

451/6993 ﴾ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب سے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا آپ کے موئے مبارک خضاب کی حد تک نہیں پہنچے تھے[1] اگر میں آپ کے ریش مبارک میں سفید بالوں کو شمار کرنا چاہتا تو شمار کرسکتا تھا۔ 452/6994 ﴾ اور ایک روایت میں ہے اگر میں ان سفید بالوں کو جو آپ کے سرِ مبارک میں تھے شمار کرنا چاہتا تو شمار کرسکتا تھا۔ (متفق علیہ)

453/6995 ﴾ اور مسلم شریف کی روایت میں آپ کی تھوڑی کے اوپر کے حصہ میں اور دونوں کنپٹیوں میں اور سرِ مبارک میں کچھ تھوڑی سفیدی تھی (تھوڑے سفید بال تھے)۔ (مسلم)

454/6996 ﴾ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا وہ بیمار ہوگیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسکی عیادت کیلئے تشریف لائے اور

پہچان ہوجاتی تھی کہ آپ اس راستہ سے گزرے ہیں۔ قولہ او قال۔ یعنی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آپ کے پسینہ کی خوشبو سے عرق میں ع اور را دونوں کو زبر ہے اس کے بعد ق ہے راوی کو اس میں شک ہوگیا کہ وہ لفظ عرف ہے یا عرق ہے، دونوں کا مطلب ایک ہی ہے مقصود یہ ہے کہ یہ خوشبو آپ کے پسینہ کی ہے فطری ہے خاص خوشبو ہے، عام خوشبو نہیں ہے، اور اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پسینہ کو خوشبودار بنادیا ہے یہ آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔ اور علامہ ابن ملک نے فرمایا ہے کہ پسینہ کا خوشبودار ہونا صرف آپ کی خصوصیت ہے دوسرے رسولوں میں یہ بات نہیں تھی۔ صلی اللہ علیہ وعلی جمیع الانبیاء وآلہ واصحابہ وسلم۔ (مرقات)

1 ﴾ **قولہ لم یبلغ ما یخضب.** ضاد کو کسرہ (زیر) کے ساتھ۔ شارحین نے بتایا ہے کہ **لم یبلغ** کا فاعل ہو ضمیر راجع ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی طرف، یا لفظ **ما** مصدریہ ہے اور **یخضب** کا فاعل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، یعنی موئے مبارک خضاب کی حد تک نہیں پہنچے تھے. **قولہ لو شئت** اس میں لو کا جواب محذوف ہے اور وہ

اس کے باپ کو اس کے سرہانے تورات پڑھتے ہوئے پایا تو آپ نے اس سے فرمایا اے یہودی! میں تجھے اللہ کا واسطہ دیکر پوچھتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ پر تورات کو اتارا کیا تورات میں میری نعت میری صفت اور میری بعثت وہجرت کا ذکر تجھے[1] نہیں ملتا تو اس نے کہا نہیں تب اس نوجوان لڑکے نے کہا کیوں نہیں یارسول اللہ خدا کی قسم! ہم تورات میں خاص آپ کی تعریف وتوصیف اور آپ کی بعثت وہجرت کا ذکر پاتے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں اور آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں ۔تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا تم اس کے سرہانے سے اس کو اٹھادو اور اپنے بھائی کا انتظام کرو۔(تیمارداری، تجہیز وتکفین کا بندوبست کرو)۔

(بیہقی دلائل النبوۃ)

باب أسماء النبی صلی الله علیه وسلم وصفاته

ختم هوا

لا عـدهـا ۔ ہے (یعنی اس کو گن سکتا تھا) ہے۔آپ کے ہونٹ کے نیچے اور تھوڑی کے اوپر کے حصہ کے بال مراد ہیں۔

قوله الصدغين. پہلے حرف (ص) کو پیش وہ بال جو آنکھ اور کان کے درمیانی حصہ یعنی کنپٹی میں ہوتے ہیں۔(مرقات)

1 **قوله وصفتي ومخرجي**. مخرج میں میم مصدری ہے اس سے آپ کی بعثت مراد ہے یا وہ ظرف زمان یا ظرف مکان ہے اور اس سے آپ کی ہجرت اور مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو تشریف لانا بھی مراد ہو سکتا ہے۔

قوله ولُو اخاكم. لفظ لُوْا فعل امر، صیغہ مذکر ہے، اور یہ لفظ **ولی الامر** سے مشتق ہے، یعنی تم اس کی تیمارداری اور تجہیز وتکفین کا بندوبست کرو۔(لمعات)

19/152 باب فی أخلاقه و شمائله صلی الله علیه وسلم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اخلاقِ عظیمہ اور عاداتِ کریمہ کا بیان

453/6997 حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، لوگوں میں سب سے زیادہ حسین[1] اور سب سے زیادہ سخی سب سے زیادہ بہادر ہیں ایک رات مدینہ والے

1 قوله أحسن الناس. (لوگوں میں سب سے زیادہ حسین) یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیدائش واخلاق، صورت وسیرت، حسب ونسب، زندگی گزارنے اور ساتھ رہنے ہر اعتبار سے سب سے بڑھ کر حسین ہیں، راوی کا قول ذات لیلۃ یعنی اس رات جب لوگ آواز سن کر گھبرا گئے، راوی کا قول **فاستقبلهم** (تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس جانب سے انہیں تشریف لاتے ہوئے ملے) یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس حال میں واپس تشریف لائے کہ آواز کی سمت آپ لوگوں سے پہلے ہی تشریف لے گئے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان لم تراعوا تا اور ع کے ضمہ کے ساتھ لفظ روع سے مجہول ہے جو گھبرانے، خوف کرنے کے معنی میں ہے، یعنی خوف نہ کرو نہ گھبراؤ، یہ لفظ صیغۂ منفی کے ساتھ اس لئے لایا گیا کہ نفی میں مبالغہ ہو گویا خوف وگھبراہٹ آئی ہی نہیں۔ لفظ **لم تراعوا** تاکید کے لئے دوبارہ فرمایا، یا داہنے اور بائیں موجود لوگوں سے خطاب کے لئے فرمایا۔ شرح السنۃ میں **لن تراعوا** بھی مروی ہے کیونکہ اہل عرب **لا** کی جگہ لم اور لن استعمال کرتے ہیں انتہی۔ اس قول کی بنا پر خبر **بمعنی** نہی ہے جیسا کہ علامہ طیبی نے ذکر کیا۔ راوی کا قول عُری پہلے حرف کو ضمہ اور بعد والے کو جزم کے ساتھ یعنی اس پر نمدہ نہیں تھا، ہم کہتے ہیں لفظ **ما عليه سرج،** اس کی تاکید وبیان ہے اور **جُل ولجام** جیسے الفاظ سے بچنا مقصود ہے۔ راوی کا قول **فی عنقه** یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے مبارک میں تلوار لٹکی ہوئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان **وجدته بحرا** وہ گھوڑا سست رفتار کم دوڑ والا تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار ہونے کی برکت سے اس کا حال بدل گیا اور تیز رفتار

(کسی شور کی وجہ) خوفزدہ ہوگئے اور لوگ اس آواز کی سمت دوڑے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس جانب سے تشریف لاتے ہوئے ملے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم آواز کی طرف ان لوگوں سے پہلے آرہے تھے، جبکہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے بے زین و بے نمدہ گھوڑے پر سوار تھے، اور یہ ارشاد فرمارہے تھے: مت گھبراؤ آپ کے گلے میں تلوار تھی، پھر فرمایا میں نے اس گھوڑے کو سمندر پایا۔ (بخاری، مسلم)

456/6998 ان ہی سے روایت ہے فرمایا: میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ پیدل جارہا تھا آپ پر موٹے کنارے والی ایک نجرانی چادر تھی، ایک بدوی آپ کے پاس آپہنچا اور بڑی شدت سے آپکی چادر پکڑ کر کھینچا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اعرابی کے سینہ تک پہنچ[1] گئے یہاں

ہوگیا گھوڑا تیز رفتار ہو تو سمندر سے تشبیہ دی جاتی ہے کیونکہ ہوا جب ٹھنڈی ہو تو پانی پر سفر کرنے والے کو جس طرح راحت ملتی ہے اسی طرح گھوڑے پر سواری کروانے والے کو راحت ملتی ہے۔ امام نووی نے فرمایا: اللہ تعالی نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو جو عظیم الشان صفات سے سرفراز فرمایا اس حدیث شریف میں ان صفات کا ذکر ہے، اور اس میں گھوڑا سست رفتار ہونے کے بعد اس کو تیز رفتار بنانے کے معجزہ کا ذکر ہے، اس روایت میں اس بات کی دلیل ہیکہ جب تک ہلاکت کا اندیشہ نہ ہو دشمن کے احوال معلوم کرنے کے لئے اکیلے سبقت کرنا اور عاریۃً کوئی چیز لینا اور عاریۃً لئے گئے گھوڑے پر غزوہ میں شریک ہونا جائز ہے، نیز گلے میں تلوار لٹکانے کا پسندیدہ ہونا اور خوف چلے جانے کے بعد لوگوں کو اس کی بشارت دینے کا استحباب معلوم ہوتا ہے۔ (ماخوذ از مرقات)

1 **قوله و دجع نبی الله صلی الله علیه وسلم فی نحر الاعرابی** (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اعرابی کے سینہ تک پہنچ[1] گئے) شدت سے اسقدر شدت کے آپکو کھینچا گیا آپ اسکے سینہ کے پاس یا اسکے مقابل ہو گئے، امام طیبی نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہیکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف مکمل پلٹ گئے اور یہ معنی اس حدیث شریف کے

تک کہ میں نے سختی سے کھینچے جانے کی وجہ سے آپ کی گردن مبارک کے کنارے پر دیکھا چادر نے نشان چھوڑا ہے، پھر اس نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے پاس جو اللہ کا مال ہے اس میں سے کچھ میرے لئے بھی حکم دیجئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس کی طرف چشم التفات فرمائی مسکرا دیا، پھر اس کو عطا کرنے کا حکم فرمایا۔ (بخاری، مسلم)

ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری نے فرمایا: ظاہر ہے کہ یہ شخص ان لوگوں میں سے تھا جن کے ساتھ تالیف قلوب کا معاملہ کیا جاتا ہے، اسی لئے اس نے وہ حرکت کی جو اس نے کی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نام لے کر سخت کلامی کرتے ہوئے آپ کے بحر کرم کی طرف متوجہ اور مخاطب ہوا۔

457/6999 حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، اس درمیان کہ وہ غزوۂ حنین سے واپسی کے

مفہوم کے مطابق ہے کہ جب آپ پلٹتے تو پورے طور پر پلٹتے، اس معنی سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس کی بے ادبی کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ نہ متغیر ہوئے نہ آپ متاثر ہوئے۔ **قوله من مال الله الذی** (آپ کے پاس جو اللہ کا مال ہے) یعنی آپ کے عمل کے بغیر رب نے جو آپ کو عطا کیا ہے، ایک قول کے مطابق اس سے زکوۃ کا مال مراد ہے کیونکہ اس میں سے کچھ مال تالیف قلوب کے لئے صرف کیا جاتا۔ **قوله ثم امر له بعطاء** (پھر اس کو عطا کرنے کا حکم فرمایا) اس سے معلوم ہوتا ہے قوم کی طرف سے والی قوم کو دی گئی تکلیف برداشت کرنا مستحب ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عزت کی حفاظت وصیانت کے لئے مال دینا درست ہے۔

قوله و الظاهر انه كان من المولفة (ظاہر ہے کہ یہ شخص ان لوگوں میں سے تھا جن کے ساتھ تالیف قلوب کا معاملہ کیا جاتا ہے) میں کہتا ہوں کہ وہ کفار سے تھا کیونکہ ایک روایت میں اس کے یہ کلمات مذکور ہیں: نہ آپ کا مال ہے، نہ آپ کے والد گرامی کا، اگر وہ مومن تھا تو توہین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اسی وقت مرتد و بے دین ہوگیا۔

موقع پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہے تھے، چند بدوی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خیرات مانگتے ہوئے لپٹ گئے، حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ببول کے درخت کی طرف لے گئے، چادر مبارک درخت سے الجھ گئی[1]، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر گئے اور فرمایا مجھے میری چادر تو دے دو، اگر میرے پاس ان درختوں کی تعداد میں مویشی ہوتے تو بھی میں تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا اور تم مجھے نہ بخیل پاتے[2]، نہ دروغ گو، نہ بزدل۔ (بخاری)

458/7000 حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی کوئی چیز نہیں مانگی گئی کہ آپ نے اس پر "نہیں" فرمایا ہو[3]۔ (جو چیز بھی مانگی گئی آپ نے عطا فرما دی)

---

1 **قولہ فخطفت** (چادر مبارک درخت سے الجھ گئی) طا کے زیر کے ساتھ یعنی خار دار درخت نے تیزی سے آپ کی چادر مبارک اچک لی جب دیہاتی آپ سے لپٹ گئے تھے، ایک شارح نے فرمایا **خطفت** بمعنی **سلبت** ہے، یعنی اس درخت نے چادر کو کھینچ لیا انتھی" اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خطفت کے ضمیر **اعراب** کی طرف لوٹے یعنی ان دیہاتیوں نے آپکی چادر مبارک کو اچک لیا، جیسا کہ اس عبارت سے معلوم ہوتا **فوقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال اعطونی ردائی**۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرے اور ان دیہاتیوں سے فرمایا میری چادر مجھے دے دو۔

2 **قولہ لا تجدونی بخیلا** (اور تم مجھے نہ بخیل پاتے) امام طیبی نے فرمایا: ثم یہاں ترتیب وتراخی کے لئے ہے یعنی میری اس عطا و بخشش میں تمہارے اصرار کی ضرورت نہیں ہے بلکہ میں پوری خوشدلی اور کامل نشاط کے ساتھ عطا کرتا ہوں اور غلط بیانی سے کام نہیں لیتا کہ تمہیں اپنے آپ سے دور کروں پھر عطا سے تمہیں محروم کردوں، نہ میں بزدل ہوں کہ کسی سے ڈروں، گویا یہ جملہ سابقہ کلام کا تکملہ ہے۔ اس کلام سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ ناواقف کو اپنے اوصاف حمیدہ سے متعارف کروانے کے لئے اپنی تعریف کرنا جائز ہے تا کہ وہ اس پر اعتماد کرے۔ (مرقات)

3 **قولہ فقال لا** (آپ نے اس پر "نہیں" فرمایا ہو) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کسی کو محروم نہیں فرماتے بلکہ آپ کے پاس ہوتا تو عطا فرماتے ورنہ خاموشی اختیار فرماتے۔ جامع الاحادیث میں

459/7001 حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو پہاڑوں کے درمیان والی بکریاں مانگیں[1]، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اس کو عطا فرمادی، وہ شخص اپنی قوم میں آیا اور کہا: اے میری قوم! اسلام قبول کرلے، بخدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اتنا عطا فرماتے ہیں کہ تنگدستی کا خوف نہیں رہتا۔ (مسلم)

460/7002 ان ہی سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا شرف حاصل کیا، آپ نے کبھی مجھ سے اُف نہیں فرمایا[2]، اور نہ یہ فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا؟ اور نہ یہ فرمایا کہ یہ کام کیوں نہیں کیا؟ (بخاری)

ہے جو کچھ بھی آپ سے مانگا جاتا ضرور عطا فرماتے یا سکوت فرماتے۔ امام حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت کی، شیخ عزالدین نے اسی معنی میں فرمایا کہ عطا و بخشش کو روکنے کے لئے آپ نے لا نہیں فرمایا، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے بطور اعتذار بھی لا نہ فرمایا ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **قلت لا اجد ما احملکم علیہ۔ لا اجد ما احملکم** (میں کوئی سواری نہیں پاتا جس پر تمہیں سوار کروں) (سورۃ التوبہ: ۹۲) اور **لا احملکم** (میں تمہیں سوار نہیں کرتا) کے درمیان فرق پوشیدہ نہیں جیسا کہ مواہب لدنیہ میں ہے (ماخوذ از لمعات و مرقات)

1 **قولہ غنما بین جبلین** (دو پہاڑوں کے درمیان والی بکریاں) یعنی دو پہاڑوں کے درمیان میدان بھر بکریوں کا ریوڑ، وقولہ اسلموا۔ اس کا اپنی قوم سے کہنا کہ اسلام قبول کرلو، اس لئے کہ اسلام مکارم اخلاق کی ہدایت دیتا ہے۔ (مرقات)

2 **قولہ فما قال لی اف** (کبھی مجھ سے اُف تک نہیں فرمایا) لفظ اف میں ہمزہ کو ضمہ اور ف کسرہ تشدید کے ساتھ، ایک نسخہ میں ف فتحہ کے ساتھ اور ایک نسخہ میں فا مکسورہ تشدید کے ساتھ، یہ تین متواتر قرآت ہیں۔ لفظ **اف** ایک ایسی آواز ہے جو اس کام سے ناراضی کو بتاتی ہے جس سے کراہت و ناپسندیدگی ہو۔ ایک قول یہ ہے **انضجر** کا اسم فعل ہے

461/7003 ﷺ ان ہی سے روایت ہے جب کہ میری عمر آٹھ[1] سال تھی، میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا اور دس سال میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی، کسی ایسی چیز پر آپ نے مجھے نہیں ڈانٹا جو میرے ہاتھ سے خراب ہوئی[2]، اگر اہل خانہ میں سے کوئی ڈانٹتے تو فرماتے ان کو چھوڑ دو، جو چیز ہونے کی تھی وہی ہوئی، یہ مصابیح کے الفاظ ہیں، امام بیہقی نے شعب الایمان میں اس کو کچھ تغیر کے ساتھ روایت کیا۔

(لمعات) صاحب مرقات نے فرمایا، جان لو کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم بجانہ لانے پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نکیر نہ فرمانا، ان امور کے بارے میں سمجھا جائے گا جو خدمت و آداب سے متعلق ہیں۔ ان امور سے متعلق نہیں جو شرعی احکام سے متعلق ہوتے ہیں کیونکہ احکام شرعیہ کے بارے میں نکیر نہ فرمانا آپ کے شایان شان نہیں۔ (مرقات)

1 ﷺ **قولہ انا ابن ثمان سنین** (جب کہ میری آٹھ (۸) سال تھی) جملۂ حالیہ شرف خدمت کے آغاز پر دلالت کرتا ہے، اسی لئے اس کو مطلق رکھا، پھر اس جملہ سے اس کو مقید کرتے ہوئے دہرایا کہ میں نے دس سال آپ کی خدمت کی۔ (مرقات)

2 ﷺ **قولہ اتی فیہ** (جو میرے ہاتھ سے خراب ہوئی) اتی صیغہ مجہول "شی ء" کی صفت ہے اور **فیہ** جار و مجرور، نائب فاعل کے قائم مقام ہے اور فیہ میں ضمیر کا مرجع لفظ شی ء ہے اتی **اھلک** اور **اتلف** کے معنی میں ہے، یعنی ہلاک و تلف ہوا۔ قاموس میں مذکور ہے: **اتی علیہ الدھر** یعنی زمانہ نے ہلاک کیا۔ اب معنی یہ ہوگا کہ حضور نے کسی ایسی چیز کے بارے میں مجھے سرزنش نہیں کی، ڈرایا نہیں، جو میرے ہاتھ سے ہلاک ہوئی، کہا گیا لفظ **اتی** میں عیب و طعن کی تضمین ہے، یعنی عیب لگا کر یا طعنہ دے کر سمجھ لو۔ (مرقات)

462/7004 ان ہی سے روایت ہے، فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بہتر اخلاق کے پیکر ہیں، آپ نے ایک دن مجھے کسی کام کے لئے روانہ فرمایا، میں نے کہا: بخدا میں نہیں جاؤں گا[1]، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا ہے، پس میں اس کام کے لئے نکل پڑا، یہاں تک کہ بازار میں چند بچے کھیل رہے تھے وہاں سے میرا گزر ہوا، اچانک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے میری گردن پکڑلی، کہتے ہیں میں نے دیکھا حضور کی طرف آپ مسکرا رہے ہیں اور محبت سے فرمایا: اے پیارے انس! کیا وہاں جارہے ہو جہاں جانے کا میں نے حکم دیا تھا؟ میں نے عرض گذار ہوا: ہاں جارہا ہوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (مسلم)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے لمعات میں فرمایا: حضرت انس رضی اللہ عنہ کا کہنا ''میں نہیں جاؤں گا'' ان سے ان کے بچپن میں جبکہ وہ غیر مکلف تھے صادر ہوا، حالانکہ ان کے دل میں تھا کہ وہ اس کام کے لئے جائیں گے۔

463/7005 ان ہی سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز ادا فرماتے تو مدینہ شریف کے خادمین (حصول برکت کیلئے) آپکی خدمت میں اپنے برتن لئے حاضر ہوتے[2]، جن

---

1 **قولہ لا اذھب** (بخدا میں نہیں جاؤں گا) یعنی اپنی زبان سے کہا: **قولہ حتی امر علی صبیان الخ** (یہاں تک کہ بازار میں چند بچے کھیل رہے تھے)

ظاہر ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بچوں کے پاس کھیل کیلئے یا لطف اندوزی کے لئے ٹھہر گئے، اسی لئے کہا اچانک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری گردن پکڑلی۔ **قولہ بقفای** (میری گردن پکڑلی) **قفا الف** مقصورہ کے ساتھ گردن کا آخری حصہ (مرقات)

2 **قولہ جاء** (حاضر ہوتے) پس وہ لوگ برکت، کثرت، عافیت اور شفاء چاہتے۔ **قولہ فیغمس یدہ فیھا**.

میں پانی ہوتا وہ حضرات جو بھی برتن لاتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اپنا دست مبارک ڈبوتے، بسا اوقات وہ سردی کے دنوں میں حاضر ہوتے تو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان برتنوں میں اپنی دست مبارک ڈبوتے۔ (مسلم)

464/7006 ان ہی سے روایت ہے اہل مدینہ کی باندیوں میں سے کوئی بھی باندی[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک تھام کر جہاں چاہتی آپ کو ساتھ لے جاتی۔ (آپ اس کی حاجت روائی کے لئے تشریف لے جاتے)۔ (بخاری)

465/7007 ان ہی سے روایت ہے، ایک عورت جس کی عقل میں کچھ فتور تھا، عرض کی یارسول اللہ! آپ میری ایک حاجت براری کیجئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اے فلاں کی ماں! تم جس گلی کا چاہو انتخاب کرلو، میں تمہاری حاجت روائی کیلئے آجاؤں گا، پس آپ اسکے ساتھ ایک راستہ

امام طیبی نے فرمایا اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ لوگوں کی دلجوئی کی خاطر مشقتوں کو برداشت فرماتے، خصوصاً خدمت گزاروں اور کمزور لوگوں کے ساتھ تاکہ وہ اپنے برتنوں میں آپ کے دست مبارک رکھنے سے برکت حاصل کرلیں، اور ضعیفوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تواضع کا بھی اس میں بیان ہے۔ (مرقات)

1 قوله امة من اماء اهل المدينة (مدینہ کی باندیوں میں کوئی بھی باندی) یعنی فرض کرلیں، مان لیں۔ قولہ تعلق بہ حیث شاءت یہ قول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخلوق کے ساتھ غایت درجہ تواضع اور حق تعالی کے ساتھ کمال درجہ رضا و تسلیم پر دلالت کرتا ہے۔ (مرقات)

2 قوله ان امراة كانت فى عقلها شىء (ایک عورت جس کی عقل میں کچھ فتور تھا) یعنی کمی یا دیوانگی تھی (مرقات)

میں تشریف لے گئے[3] یہاں تک کہ وہ آپ سے اپنی مشکل حل کرلی۔ (مسلم)

466/7008 ان ہی سے روایت ہے، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ آپ مریض کی عیادت فرماتے، جنازہ میں تشریف لے جاتے، غلام کی دعوت قبول فرماتے[1]، دراز گوش پر سواری فرماتے، یقیناً میں نے آپ کو خیبر کے دن دراز گوش پر تشریف فرما دیکھا جس کی لگام کھجور کی چھال کی تھی۔ (ابن ماجہ، شعب الایمان)

467/7009 حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتے، اور لغو کلام بالکل نہ فرماتے[2]، نماز طویل ادا فرماتے اور خطبہ مختصر ارشاد فرماتے، بے یار و مددگار محتاج اور مساکین کے ساتھ چلنے سے گریز نہ فرماتے اور انکی حاجت

---

3 **قولہ فخلا معہا** (پس آپ اس کے ساتھ ایک راستہ میں تشریف لے گئے) اس میں اس بات سے آگاہ کرنا ہے کہ گلیوں میں خاتون کی حاجت روائی کے لئے اس کے ساتھ اکیلے تشریف لے جانا گھر میں اس کے ساتھ اکیلے رہنے کے حکم میں نہیں، یہ بھی احتمال ہے کہ بعض صحابہ کرام حسن ادب کی خاطر آپ سے دور کھڑے رہے ہوں گے۔ (مرقات)

1 **قولہ یجیب دعوۃ المملوک** (غلام کی دعوت قبول فرماتے) یعنی اجازت یافتہ غلام یا آزاد کردہ غلام کی دعوت قبول فرماتے، یا اس غلام کی جس نے اپنے مالک کے گھر مدعو کیا ہو۔ قولہ یرکب الحمار (دراز گوش پر سواری فرماتے) یہ سب حق تعالیٰ کے ساتھ کمال تواضع اور مخلوق کے ساتھ حسن معاشرت پر دلالت کرتا ہے۔ علامہ ابن الملک نے فرمایا: اس میں دراز گوش پر سواری سنت ہونے کی دلیل ہے۔ میں کہتا ہوں جن لوگوں نے اس پر سواری سے منہ موڑا جیسے بعض متکبرین اور جہلاء ہند کی ایک جماعت وہ دراز گوش سے زیادہ خسیس و کمتر ہیں۔ (مرقات)

2 **قولہ و یقل اللغو** (لایعنی کلام مطلقاً نہیں فرماتے) یعنی ذکر کے سوا دنیا اور اس کے متعلقات اگرچہ یہ امور حکمت و

روائی فرماتے۔ (نسائی، دارمی)

468/7010 حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص سے مصافحہ فرماتے تو جب تک وہ اپنا ہاتھ نہ ہٹالے آپ اپنا دست پاک نہیں کھینچتے اور اپنا رخ زیبا اس کے چہرے سے نہیں پھیرتے جب تک کہ وہ اپنا چہرہ نہ پھیر لے، اور اپنی مجلس میں بیٹھے ہوئے کسی شخص کی جانب آپ کو اپنے مبارک قدم دراز کئے ہوئے نہیں [1] دیکھا گیا۔ (ترمذی)

469/7011 حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہیکہ ایک یہودی جسکے بارے میں فلاں بڑا عالم ہے، کہاجاتا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ اسکے کچھ دینار تھے، اس نے نبی اکرم صلی اللہ

مصلحت سے خالی نہ ہوں، مگر باعتبار ذکر حقیقی یہ لغو ہے۔ اسی طرح امام غزالی فرماتے ہیں: میں نے اپنی عمر عزیز کا اک حصہ یہ کتابیں بسیط، وسیط وجیز کی تالیف میں ضائع کردی۔ معنی سے قطع نظر الفاظ اور صورت کی طرف نظر کرتے ہوئے آپ نے اس پر لغو کا اطلاق کیا۔ (مرقات)

1 **قولہ ولم یر مقدما رکبتیہ** (اپنے مبارک قدم دراز کئے ہوئے نہیں دیکھا گیا) کہا گیا یہاں رکبتین (گھٹنوں) سے قدم مبارک مراد ہیں، اور آگے بڑھانے سے مراد دراز کرنا ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمنشیں کے سامنے اپنے قدم مبارک دراز نہ فرماتے۔ کہا گیا اس کا معنی یہ ہے کہ مجلس میں بیٹھنے والوں کے گھٹنوں سے اوپر آپ اپنے مبارک گھٹنے نہیں رکھتے تھے، جیسا کہ ظالم وجابر لوگ کیا کرتے ہیں بلکہ ان کے ساتھ صف میں برابر تشریف فرما ہوتے۔ اور اس کا مطلب یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو لوگ آپ کی محفل میں موجود ہوتے ان کے پاس اپنے قدم مبارک کو دراز نہ فرماتے۔ یہ سب آپ کے انتہائی ادب اور صحابہ کرام کی تعلیم کی خاطر ہے۔ یہ روایت اس کے منافی نہیں کہ آپ کبھی احتباء وغیرہ کے طور پر اپنے گھٹنے مبارک بلند فرما کر تشریف رکھتے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ آپ محفل میں نہ ہوں یا خلوت میں ہو یا بعض صحابہ کرام کے ساتھ ہوں۔ (ماخوذ از لمعات)

علیہ وسلم سے (طے شدہ مدت سے پہلے) تقاضہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس کچھ نہیں کہ میں تجھے دوں، تو اس نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جب تک کہ آپ مجھے نہ دیں میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تب تو میں تیرے ساتھ بیٹھا رہونگا، چنانچہ اس کے ساتھ تشریف فرما ہوئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور صبح کی نماز ادا فرمائی[1]۔ صحابہ کرام اس کو سرزنش و تنبیہ کرنے لگے، صحابہ کرام اب اس شخص کے

1﴾ **قولہ فصلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الظہر الخ** (پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور دوسرے دن کی چاشت ادا فرمائی) احتمال ہے کہ یہ نمازیں مسجد میں ادا ہوئی ہوں یا کسی مالک مکان کے گھر میں، پہلا قول اس قول کی وجہ سے زیادہ معتبر ہے حدیث مذکور ہے کہ صحابہ کرام اس کو زدوکوب کی تنبیہ کرنے لگے اور شہر بدر کرنے یا مارڈالنے کی دھمکی دینے لگے۔ **قولہ معاھداھا** کے کسرہ سے ذمی یا مستأمن کو کہتے ہیں۔

معاہد کو مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مقام اس کا تقاضہ کرتا ہے یا اس لئے کہ معاہد کا جھگڑا بروز حشر زیادہ قوی ہے کیونکہ اس کو راضی کرنا اس کے بغیر ممکن نہیں کہ مسلمان کی نیکی لی جائے یا اس کا گناہ مسلمان کے نامہ اعمال میں رکھا جائے جیسا کہ چوپایوں کے ظلم میں ہوتا ہے۔ شائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کا قرض ادا نہیں کر سکتے تھے یا اپنے قرضہ کا لحاظ فرماتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ادا کرنے کو پسند نہیں فرماتے تھے، یہی بات زیادہ بہتر ہے اسی لئے بربنائے حکمت آپ صلی اللہ علیہ وسلم غیروں سے ہی قرض لیتے تھے۔ وہ حکمت یہ بھی کہ امت سے کسی بھی قسم کا فائدہ یا کسی بھی قسم کی کوئی ذاتی غرض وابستہ نہ ہونے کا اظہار مقصود ہو جو ثواب کم ہونے کا سبب بن سکتی ہے، اللہ تعالی نے فرمایا: آپ کہہ دیجئے میں تبلیغ دین پر تم سے اجر نہیں چاہتا، تمام رسولوں کی سنت ان کے اس قول میں مطابقت رکھتی ہے کہ میں اس پر تم سے اجر نہیں چاہتا، میرا اجر تو صرف رب العالمین کے پاس ہے اور اس لئے بھی کہ یہودیوں پر حجت قائم ہو جائے کہ ان کی کتابوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مالداری پر فقر اختیار فرماتے ہیں اور ان کی سرزنش بھی ہو جائے اللہ تعالی کے اس کلام کا ذریعہ:

ساتھ کیا برتاؤ کر رہے ہیں، حضور صلی اللہ وسلم نے ملاحظہ فرمالیا، تو صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ ایک یہودی آپ کو روکا ہوا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے رب نے مجھے منع فرمایا کہ میں اہل معاہدہ کا فر یا کسی دوسرے کے ساتھ زیادتی کروں پھر جب دن چڑھ گیا[1]، تو کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں، مشرف بہ اسلام ہوا اور کہا، میرے مال کا اک حصہ اللہ کی راہ میں ہے، بخدا میں نے آپ کے ساتھ جو سلوک کیا وہ صرف اس لئے کیا تا کہ میں آپ کی ان صفات کا مشاہدہ کرلوں جو تورات میں مذکور ہے کہ محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے ولادت مکہ مکرمہ ہے اور جائے ہجرت مدینہ طیبہ ہے اور آپ کی سلطنت ملک شام تک بھی ہوگی۔ آپ سخت کلام وسخت مزاج نہ ہوں گے اور نہ بازار میں آواز بلند کرنے والے ہوں گے اور نہ ان کے عمل میں سختی ہوگی، نہ قول میں سخت ہوں گے۔

''کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے'' اس قول کی بنیاد پر جو اللہ تعالی نے اپنے کلام میں ان کے قول کی حکایت کے طور پر فرمایا: ''یقیناً اللہ تعالی نے ان لوگوں کا قول سن لیا جنہوں نے کہا: یقیناً اللہ فقیر ہے (معاذ اللہ) اور ہم مالدار ہیں، اور منجملہ حکمت کے وہ ہے جو اس واقعہ کے خصوص میں ظاہر ہوا۔ (ماخوذ از مرقات)

1﴾ **قوله ترجل** (دن چڑھ گیا) یعنی بلند ہوا، **وقوله ليس بفظ** یعنی آپ سخت کلام نہیں، **قوله ولا غليظ** یعنی آپ سخت دل نہیں، **قوله ولا سخاب** یعنی آپ شور کرنے والے نہیں، **قوله ولامتزی** زی لباس وہیئت کے معنی میں یعنی بدخونہ تھے۔ **قوله بالفحش** یعنی عمل میں فحش نہیں، **قوله الخناخ** کے فتحہ کے ساتھ، الف مقصورہ ہے یعنی فحش اور سختی۔ (ماخوذ از مرقات، لمعات)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں اور یہ میرا مال ہے، اس کے بارے میں آپ وہ فیصلہ فرمائیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلایا ہے، وہ یہودی کثیر المال تھا۔ (بیہقی دلائل النبوۃ)

470/7012 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عادۃً سخت کلام ہیں[1] اور نہ بتکلف سخت کلام اور نہ بازاروں میں پکارنے والے اور برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے لیکن معاف فرمادیتے اور درگزر فرماتے ہیں۔ (ترمذی)

471/7013 حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بری بات نہ فرماتے، نہ لعنت کرتے اور نہ سخت سست کہتے[2]، جب ناراضگی ظاہر فرماتے تو کہتے اُسے کیا ہوا اور اس کی پیشانی خاک آلود ہو۔ (بخاری)

---

1 قولہ لم یکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاحشا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ عادۃً سخت کلام ہیں) یعنی اقوال وافعال میں سخت نہیں تھے، **قولہ ولا متفحشا** یعنی بہ تکلف اور ارادہ بھی سخت کلام نہ فرماتے **قولہ ولا سخابا** یعنی آپ چیخنے والے نہیں تھے **قولہ یعفو** یعنی آپ دل سے بھی معاف فرماتے ہیں، **قولہ ویصفح** یعنی بدسلوکی کرنیوالے کو ظاہری طور بھی درگذر فرمادیتے۔ (ماخوذ از مرقات)

2 قولہ لم یکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاحشا (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سخت بات نہ فرماتے) یعنی قول وفعل میں کسی بھی لحاظ سے سختی نہیں فرماتے۔ **قولہ ولا لعانا ولا سبابا** (اور نہ لعنت کرتے نہ برا سخت سست کہتے) ان سے مقصود لعن اور سب وشتم کی نفی اور ہر اس چیز کی نفی ہے جو کلام میں فحش کی قبیل سے ہے۔ مبالغہ کے صیغوں کے ذریعہ نفی سے مبالغہ کی نفی مراد نہیں ہے گویا صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ان دو الفاظ کو مبالغہ سے بیان کرنے کا معمول ہے۔ اسی لئے صیغہائے مبالغہ سے نفی بیان کی جبکہ ان کی مطلق نفی مقصود ہے جیسا کہ آپ کا آخری کلام اس پر

472/7014 ﴿ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، عرض کیا گیا یا رسول اللہ مشرکین کی ہلاکت کی دعا فرمائیے، آپ نے فرمایا: بے شک لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا اس کے سوا نہیں کہ میں تو سراپا رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں[1]۔ (مسلم)

473/7015 ﴿ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ابو جہل نے کہا[2] اے نبی، ہم آپ کو نہیں جھٹلاتے لیکن

دلالت کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ "ان اللہ لیس بظلام للعبید"۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بندوں پر کچھ ظلم کرنے والا نہیں" کے معنی میں اور حدیث شریف کے معنی میں زیادہ واضح بات یہی ہے کہ صیغۂ مبالغہ "فعال" نسبت کے لئے ہے جیسے لفظ تمار (کھجور بیچنے والا) لبان (دودھ فروش) یعنی اللہ تعالیٰ مطلق یعنی کچھ بھی ظلم کرنے والا نہیں اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں پر مطلق کچھ بھی لعنت اور سب وشتم کرنے والے نہیں جو اس کے مستحق نہیں جیسے کفار و فجار کیونکہ آپ رحمت والے نبی ہیں اسی لئے راوی نے اپنے اس قول سے نیا جملہ شروع کیا کہ آپ ناراضگی کے وقت فرماتے اس کو کیا ہوا اس کی پیشانی خاک آلود ہو معنی یہ ہے کہ ناراضگی اور مخاصمت کے وقت آپ جو فرماتے اس کی انتہاء یہ کلمات ہیں، اس شخص سے روگردانی اور بے التفاتی برتتے اور اس سے خطاب نہ فرماتے۔

وقولہ مالہ ترب جبینہ (اس کو کیا ہوا اس کی پیشانی خاک آلود ہو) یہ کلمہ بھی دو پہلو والا ہے کیونکہ احتمال ہے کہ جس کے لئے کہا گیا ہے **زعم انفک** (تیری ناک خاک آلود ہو) کے معنی میں بددعا ہو یا اس کے لئے **سجد للہ وجھک** (تیرا چہرہ اللہ کو سجدہ کرے) کے معنی میں دعا ہے۔ (مرقات)

1﴿ **قولہ انما بعثت رحمۃ** (اس کے سوا نہیں کہ میں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں) علامہ ابن الملک نے فرمایا: مومنین کے لئے رحمت تو ظاہر ہے البتہ کافروں کے لئے رحمت اس طرح ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں دنیا میں ان سے عذاب اٹھالیا گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ کی یہ شان نہیں کہ ان کو عذاب دے جب کہ آپ ان میں موجود ہیں، میں کہتا ہوں بلکہ قیامت تک کے لئے آپ کے وجود باوجود کی برکت کے سبب ان کی بیخ کنی کرنے والا عمومی عذاب اٹھالیا گیا۔ (مرقات)

2﴿ **قولہ ان اباجھل قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ** (ابوجہل نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا) امام

آپ نے جو کلام لایا ہے اس کو جھٹلاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا: یقیناً یہ لوگ آپ کو نہیں جھٹلاتے لیکن یہ ظالم اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ (ترمذی)

474/7016 حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کجاوہ میں موجود دوشیزہ سے زیادہ حیا کے پیکر ہیں، جب کسی چیز کو دیکھ کرنا پسند فرماتے تو ہم آپ کی ناراضی کو آپ کے چہرۂ مبارک میں پہچان لیتے[1]۔ (بخاری، مسلم)

475/7017 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: میں نے کبھی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کھل کر ہنستا ہوا نہیں دیکھا[2] کہ آپ کی پڑ جیب نظر آئے، آپ بس تبسم فرمایا کرتے تھے۔ (بخاری)

طیبی نے کہا روایت ہے کہ اخنس بن شریق نے ابوجہل سے کہا: اے ابوالحکم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بتا کیا آپ صادق ہیں یا کاذب کیونکہ آپ ہمارے پاس غیر نہیں؟ ابوجہل نے اس سے کہا: خدا کی قسم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں، آپ نے کبھی جھوٹ نہیں کہا، لیکن جب بنو قصی جھنڈا، اور سیراب کرنے کی ذمہ داری، کعبۃ اللہ شریف کی کنجی رکھنے کی ذمہ داری اور نبوت سب لے جائیں تو تمام قریش کے لئے کیا رہے گا۔

فقوله ولکن نکذب بما جئت به (لیکن ہم اس کلام کو جھٹلاتے ہیں جو آپ لے آئے ہیں) یہ جملہ اس جملہ کی جگہ کہا گیا کہ ہم آپ سے حسد کرتے ہیں یہ سبب کی جگہ مسبب کو رکھنا ہے۔ (ماخوذ از مرقات)

1 **قوله فاذا رای شیئا یکرہ** (جب آدمی کسی چیز کو دیکھ کرنا پسند فرماتے) امام نووی نے فرمایا: اس کے معنی یہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کو ناپسند فرماتے حیاء کی وجہ سے اس کے بارے میں نہیں فرماتے بلکہ چہرہ انور متغیر ہوتا تو ہم ناپسندیدگی کو سمجھ لیتے اور اس میں حیاء کی فضیلت ہے اور یہ کہ اس پر ابھارا گیا ہے جب تک کہ ضعف اور پستی کا سبب نہ بنے۔ (ماخوذ از مرقات)

2 **قوله مستجمعاقط ضاحکا** (قہقہہ لگاتے ہوئے نہیں دیکھا) امام تورپشتی نے فرمایا راوی بتانا چاہتے ہیں کہ پورا

476/7018 حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: میں نے حضرت رسول اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو تبسم فرماتے نہیں دیکھا۔ (ترمذی)

477/7019 حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ علیہ وسلم زیادہ خاموش رہتے۔ (احمد، شرح السنۃ)

478/7020 حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ارشادات فرمانے تشریف رکھتے تو اکثر اپنی نگاہوں کو آسمان کی جانب بلند فرمایا کرتے۔ (ابوداؤد)

479/7021 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے جلدی کلام نہیں فرماتے تھے، جیسے تم جلدی جلدی بات کرتے ہو، آپ ایسا کلام فرماتے کہ اگر کوئی شمار کرنے والا ہو تو شمار کرلیتا۔ (بخاری ومسلم)

ہنستے ہوئے نہیں دیکھا، کہا جاتا ہے **استجمع الفرس** جریا گھوڑا خوب تیز دوڑا، علامہ طیبی نے فرمایا یہاں **ضاحک** لفظ **ضحک** کی جگہ ہے اس بنیاد پر کہ وہ تمیز ہونے کی وجہ سے زبر کے ساتھ ہے، معنی یہ ہے کہ میں نے تمام دہن مبارک سے مکمل ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔ (مرقات)

1 **قولہ یرفع طرفہ الی السماء** (آسمان کی جانب اپنی نگاہیں بلند فرمایا کرتے) ارشادات کے دوران جبرئیل علیہ السلام کو دیکھنے اور مولی تعالیٰ کی جانب سے وحی کے انتظار اور رفیق اعلیٰ سے وصال کے شوق میں آسمان کی جانب نظر فرماتے رہتے۔ (مرقات)

2 **قولہ لم یکن یسرد الحدیث** (جلدی جلدی سے کلام نہ فرماتے) علامہ طیبی نے فرمایا: کہا جاتا ہے **فلان سرد الحدیث** جبکہ وہ ایک بات کے پیچھے دوسری بات جلدی کرے اور سرد **الصوم** یعنی پے در پے روزے رکھنا یعنی

480/7022 ﴿ ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم تمہاری اس تیز گفتگو کی طرح کلام نہ فرماتے بلکہ آپ واضح روشن، علیحدہ علیحدہ کلام فرماتے، جو آپ کی خدمت میں رہتا اس کو یاد کرلیتا۔ (ترمذی)

481/7023 ﴿ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مبارک میں فصل اور کمال درجہ وضاحت رہتی تھی۔ (ابوداؤد)

482/7024 ﴿ حضرت اسود سے روایت ہے میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا: حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے دولت کدہ پر کیا عمل رہتا تھا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ آپ اپنے اہل خانہ کی کام میں مدد فرماتے، پھر جب نماز کا وقت آتا تو نماز کی طرف تشریف لیجاتے۔ (بخاری)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام مقدس اس طرح پے در پے نہیں ہوتا کہ ایک کے پیچھے ہی پیچھے دوسرا کلام آئے، جس سے سامع کو اشتباہ ہوجائے بلکہ آپ اپنے کلام میں فصل دیتے، اگر سامع گننے کا ارادہ رکھے تو ممکن ہو، نہایت درجہ واضح کھلا کلام فرماتے۔ (مرقات)

1 ﴿ **قولہ عن جابر** (حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے) یعنی ابن عبداللہ جب لفظ جابر، مطلق بیان کیا جائے تو اس سے ابن عبداللہ مراد ہوتے ہیں۔ (مرقات)

2 ﴿ **قولہ ترتیل و ترسیل** (اطمینان و وضاحت) علامہ ابن الملک نے فرمایا: یہ دونوں لفظ ایک ہی معنی میں ہیں یعنی کھولنا اور حروف کو واضح ادا کرنا۔ یہ بات پوشیدہ نہیں کہ از سر نو قید بیان کرنا، تاکید پر محمول کرنے سے بہتر ہے، اگرچہ ان دونوں کا نتیجہ ایک ہے اور ان کے معنی کی اصل ایک ہی ہے کیونکہ ان دونوں سے مقصود یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حروف کی ادائیگی میں جلدی نہیں کرتے بلکہ ٹھہر کر ادا فرماتے ہیں اور مخارج وصفات واضح کرتے ہوئے حرکات وسکنات کو کھلا کھلا ادا فرماتے، گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ جلدی اور تیزی نہ ہوتی، اطمینان و آہستگی ہوتی۔ (مرقات)

3 ﴿ **قولہ ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم** (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا عمل رہتا) ''ما'' سوال کے لئے ہے، **قولہ قالت کان** یعنی آپ کی یہ عادت مسلسل تھی اہل خانہ کی مدد میں مصروف رہتے، **مھنۃ** میں میم کے فتحہ اور کسرہ اور

483/7025 ﴿ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جوتے شریف درست فرمالیتے اور اپنا لباس مبارک سی لیتے اور گھر کا کام انجام دیتے جیسے تم میں سے کوئی گھر میں کام کرتا ہے اور فرماتی ہیں آپ پیکر بشریت میں سادگی پسند ہیں اور اور اپنے لباس مبارک میں دیکھتے کہ کسی کی کوئی جوں تو نہیں گری ہے، اور اپنی بکری کا دودھ دوہتے اور اپنا کام خود ہی انجام دیتے۔ (ترمذی)

484/7026 ﴿ ان ہی سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلنے لگیں، ایک فرشتہ میرے پاس حاضر ہوا اس کے تہبند باندھنے کی جگہ کعبہ کے برابر بلند ہے، اس نے کہا: بے شک آپ کا رب سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے آپ چاہیں تو نبوت وعبدیت رہے اور آپ چاہیں نبوت و بادشاہت ملے تو میں نے جبرئیل علیہ السلام کی طرف دیکھا، انہوں نے اشارہ کیا کہ تواضع کا اظہار فرمائیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اور ایک روایت میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مشورہ چاہنے والے کی طرح حضرت جبرئیل علیہ السلام کی

حا کے جزم سے یعنی اہل وعیال کی ضرورتیں، مہنۃ خدمت اور خرچ کرنے کو کہتے ہیں۔ اسی لئے راوی نے کہا حضرت عائشہ اسی اہل وعیال کا کام بنانا مراد لیتی ہیں اور آپ کا قول "جب نماز کا وقت آتا تو نماز کے لئے نکلتے" تو تمام دوسرے اعمال ترک فرماتے گویا آپ اپنے اہل کو پہچانتے ہی نہیں۔ (مرقات)

1 ﴿ **قوله یفلی ثوبه** (لباس میں دیکھتے کہ کسی کی جوں تو نہیں گری) یعنی کپڑے میں دیکھتے کہ اس میں کسی کی جوں تو نہیں گری اور یہ اس روایت کے منافی نہیں ہے جو مروی ہے کہ جوں آپ کو تکلیف نہیں دیتی۔ (مرقات)

2 ﴿ **قوله حجزته:** حا کے ضمہ اور ج کے سکون کے ساتھ یعنی تہبند باندھنے کی جگہ **لتساوی الکعبة** یعنی اس کی لمبائی کعبہ کے برابر ہے، اس شان وعظمت کے ساتھ اس کا ظاہر ہونا شائد اس معاملہ کی تعظیم اور ہیبت بتانے کے لئے ہے **قوله ان شئت نبیا عبدا** یعنی اگر آپ بندہ کی طرح نبی رہنا چاہتے ہیں یعنی وصف نبوت وعبودیت کے جامع تو اسی کو اختیار

طرف متوجہ ہوئے، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ تواضع کا اظہار فرمائیں، میں نے کہا نبوت اور عبدیت۔ ام المومنین نے فرمایا، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگا کر تناول نہ کرتے[1]، فرماتے میں ایسے کھاتا ہوں جیسے بندہ کھاتا ہے اور ایسے بیٹھتا ہوں جیسے بندہ بیٹھتا ہے۔ (شرح السنۃ)

486/7028 حضرت عمرو بن سعید، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اپنے عیال پر مہربان میں نے کسی کو نہیں دیکھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

کیجئے اور وہی ہو جائیے یا آپ کے لئے وہی ہے قولہ **شئت نبیا ملکا** اگر آپ چاہیں بادشاہ کی طرح نبی رہیں تو اسی طرح ہے، حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالی نے آپ کو اختیار بخشا جو آپ چاہیں اختیار فرمائیں۔ اس میں اشارہ ہے ملوکیت اور کمال عبدیت جمع نہیں ہوتے۔ (ماخوذ از مرقات)

1 **قولہ لاياكل متكئا** (ٹیک لگا کر تناول نہ فرماتے) اکثر علماء نے اتکاء کی تفسیر دو جانب میں سے کسی ایک طرف مائل ہونے سے کی ہے، اس لئے کہ یہ طریقہ کھانے والے کو ضرر پہنچاتا ہے اور کھانا کو معدہ میں پہنچنے سے روکتا ہے، امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفا میں محققین سے نقل فرمایا ہے ان حضرات نے اس کی تفسیر یہ فرمائی کھاتے وقت تمکن کر کے بیٹھنا جیسے چارزانوں بیٹھنے والا اپنے بیٹھنے کی جگہ سے سہارا لیتا ہے، یہ بیٹھک زیادہ کھانے کی داعی ہے۔ راوی کا یقول ما قبل کے مضمون کا از سرنو بیان ہے۔ اور آپ کا فرمان **آكل كما ياكل العبد** (میں ویسے ہی کھاتا ہوں جیسے بندہ کھاتا ہے) یعنی معمولی کھانوں میں سے بھی جو میسر ہو اس کو تناول فرماتے ہیں۔ **قولہ واجلس كما يجلس العبد** (میں ایسے بیٹھتا ہوں جیسے بندہ بیٹھتا ہے) اب ربا گھٹنوں پر ہیئت نماز کی طرح تشریف رکھنا یہ سب سے بہتر ہیئت ہے یا تناول فرمانے وغیرہ کی حالت میں دو گھٹنوں میں سے ایک کھڑا رکھتے یا احتباء کی طرح دونوں گھٹنے کھڑے رکھتے، نماز کے علاوہ دیگر نشستوں میں بیٹھنے کا یہ زیادہ تر طریقہ ہے۔ امام احمد، مسلم، ابوداؤد نے حضرت کعب بن مالک

صاجزادے حضرت ابراہیم مدینہ شریف کے قریب کسی قریۃ میں دودھ پینے کے لئے لیجائے گئے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے جاتے اور ہم آپ کے ہمراہ ہوتے، آپ گھر میں تشریف لے جاتے جبکہ وہ گھر دھوئیں سے پر رہتا کیونکہ حضرت ابراہیم کی دایہ کے خاوند لوہار پیشہ تھے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صاجزادہ کو لیتے اور چومتے، پھر واپس تشریف لاتے۔ حضرت عمرو نے فرمایا جب حضرت ابراہیم کا وصال ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابراہیم میرے بیٹے ہیں، زمانہ رضاعت میں ان کا وصال ہوا اور ان کی دو دایہ ہیں جو جنت میں ان کی مدت رضاعت کو تکمیل کریں گی۔ (مسلم)

رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین انگشتہائے مبارک سے تناول فرماتے اور دست مبارک پونچھنے سے قبل انگلیاں مبارک چوس لیتے۔ ابن سنی اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب آپ پانی نوش فرماتے تو برتن ہٹا کر تین بار سانس لیتے، ہر سانس پر بسم اللہ پڑھتے اور ان کے آخر میں شکر ادا فرماتے۔ (مرقات)

1﴾ **قولہ فی عوالی المدینۃ** (مدینہ شریف کے فرازی علاقہ میں قریہ ہے) یہ عالیہ کی جمع ہے مدینہ شریف میں مسجد قبا کے فرازی علاقہ میں بنی قریظہ وغیرہ کے قریہ مراد ہیں۔ (لمعات)

2﴾ **قولہ فیدخل البیت** (پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لے جاتے) یعنی جس گھر میں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ ہیں **وقولہ کان ظئرہ قینا** (آپ کی دایہ لوہار تھی) لفظ ظئر مذکر اور مونث کے لئے بولا جاتا ہے اور قین فتح کے ساتھ اس کا معنی لوہار ہے، وہ جملے حالیہ ہیں جو معطوف علیہ کے درمیان واقع ہوئے ہیں، معطوف علیہ **فیدخل البیت** ہے اور معطوف **فیأخذہ** ہے (آپ ان کو لیتے) اور راوی کا قول **قال عمرو** (عمرو نے کہا) حضرت انس

487/7029 ﴿ حضرت خارجہ بن زید بن ثابت نے فرمایا ایک جماعت حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئی اوران سے عرض کی، آپ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث شریفہ بیان کیجئے، فرمایا: میں آپ کا پڑوسی تھا، جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو مجھے بلا بھیجتے تو میں اس کو آپ کے لئے لکھتا، جب ہم دنیوی باتوں کا ذکر کرتے تو آپ ہمارے ساتھ اس کا ذکر کرتے[1] اور جب ہم آخرت کا ذکر کرتے تو ہمارے ساتھ اس کا ذکر کرتے، اور جب ہم کھانے کا ذکر کرتے تو ہمارے ساتھ اس کا ذکر کرتے، یہ سب میں تم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان[2] کررہا ہوں۔ (ترمذی)

سے نقل کرتے ہوئے اورارشادگرامی انہ مات فی الله ی الثدی لفظ ثدی (عورت کا سینہ) ایام رضاعت سے کنایہ ہے محل ذکر کرکے حال مرادلیا گیا۔امام طیبی نے فرمایا: عورت کے سینہ سے دودھ پینے کی عمر میں یا سینہ کے دودھ سے غذا حاصل کرنے کی حالت میں۔ (مرقات)

1﴾ **قوله اذا ذكرنا الدنيا ذكرها معنا** (جب ہم دنیوی امور کا ذکر کرتے تو ہمارے ساتھ آپ اس کا ذکر کرتے) یعنی عبرت کے طور پر اوراس بارے میں جو راہ آخرت کے توشہ پر مددگار ہو، حاصل کلام یہ ہے کہ آپ انس ولطف کا کلام فرماتے تاکہ صحابہ کرام کو دوری کا احساس نہ ہو اور جس کلام کا وہ آغاز کرتے انہیں اسی کلام میں وعظ ونصیحت اور تبلیغ احکام کی طرف لے جاتے اور یہ روایت اس قول کے منافی نہیں جو آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان مبارک بند رکھتے مگر اس میں جو لایعنی نہیں ہوتی اور اس لئے کہ آپ کی محفل علم کی محفل ہوتی اوراس لئے بھی دنیا وطعام کے ساتھ علمی، حکمت والے، ادبی فوائد بھی ملے ہوتے، ان امور سے محفل خالی رہنے کو مقدر ماننے کی صورت میں، اس روایت میں بڑی شخصیت کا اپنے اصحاب کے ساتھ مباحات کی گفتگو کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے اوراس قسم کا بیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب ہے۔ (ماخوذ از مرقات)

2﴾ **قوله فكلّ هذا احدثكم الخ** (یہ سب میں تم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتا ہوں) اس جملہ سے مقصود صحت

488/7030 ﴾ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو چیزوں کے بارے میں اختیار نہیں دیا گیا مگر آپ نے ان دو میں سے آسان کو اختیار فرمایا جب کہ وہ گناہ نہ ہو، اگر وہ گناہ ہوتا تو آپ لوگوں میں سب سے زیادہ اس سے دور رہتے[1]، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی چیز میں بدلا نہ لیا الا یہ کہ اللہ تعالی کے دین کے تقدس کو پامال کیا جائے تو آپ اللہ تعالی کے لئے اس کا انتقام لیتے۔ (بخاری، مسلم)

489/7031 ﴾ ان ہی سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کو اپنے دست مبارک سے نہیں مارا[2] اور نہ کسی عورت کو اور نہ کسی خادم کو، سوائے یہ کہ اللہ کی راہ میں جہاد ہو اور آپ کو کبھی بھی

حدیث کی تاکید اور اس کے اہتمام کا اظہار ہے۔ (ماخوذ از مرقات)

1 ﴾ **قوله كان ابعد الناس منه** (آپ سب سے زیادہ اس سے دوری اختیار فرماتے) اس وقت آپ دونوں میں زیادہ بہتر امر اختیار فرماتے اگرچہ وہ دشوار اور سخت ہو۔ (ماخوذ از مرقات)

2 ﴾ **قوله مايضرب رسول الله صلى الله عليه وسلم شيئا** (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک سے کسی کو نہیں مارا) یعنی کسی آدمی کو کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات اپنی سواری پر ضرب لگاتے، راوی کا قول **لا امراة ولا خادما** (نہ عورت کو نہ خادم کو) ان دونوں کا خاص طور پر ذکر ان کے اہتمام شان کے لئے اور ان کو اکثر مارنے کی وجہ سے اور اس کی ضرورت کی وجہ خصوصاً ذکر کیا گیا، ان کو مارنا اگرچہ اس کی شرائط کے ساتھ جائز ہے، مگر اس کو ترک کرنا اولی ہے، برخلاف اولاد کے کہ ان کی تربیت اولی ہے اس کی توجیہ بتائی گئی کہ لڑکے کو کسی مصلحت کی بناء پر مارنے سے اس کو مصلحت کا فائدہ ہوگا، اسی لئے معاف کرنا مندوب نہیں، برخلاف عورت اور خادم کے کہ یہ عموماً حظ نفس کے لئے ہوتا ہے تو ان کو معاف کرنا مخالف نفس اور غصہ کو پی جانے کی خاطر مندوب ہے۔ راوی کا قول **الا ان يجاهد في سبيل الله** (مگر یہ کہ فی سبیل اللہ جہاد فرمائیں) اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد میں ابی بن خلف کو مارا، اس

تکلیف پہنچائی جاتی، تکلیف دینے والے سے آپ انتقام نہ لیتے مگر یہ کہ اللہ تعالی کے محارم میں سے کسی حرمت کو پامال کیا جاتا تو اللہ تعالی کے لئے انتقام لیتے۔ (مسلم)

490/7032 ﴿ حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کل کے لئے کوئی چیز جمع کر کے نہ رکھتے[1]۔ (ترمذی)

باب فی اخلاقه و شمائله صلی الله علیه وسلم

ختم ھوا

سے مراد صرف کفار سے غزوہ ہی مراد نہیں بلکہ اس میں سزائیں اور تعزیرات وغیرہ بھی داخل ہیں۔ وقولہ وما نیل یعنی جو بھی اذیت آپ کو دی جاتی۔ (ماخوذ از مرقات)

1﴿ **قوله کان لا یدخر شیئا لغد** (آنے والے کل کے لئے ذخیرہ کر کے نہ رکھتے) اللہ تعالی پر توکل اور اس کے خزانوں پر اعتماد کرتے ہوئے یہ آپ کی پاکیزہ ذات کی نسبت سے ہے، اب رہا اپنے اہل وعیال کے لئے تو بعض وقت ان کے ضعف حال اور قوت برداشت نہ ہونے اور قلتِ کمال کی بناء پر ان کے لئے ایک سال کا غلہ عطا فرمادیتے تھے۔ (مرقات)

O.....O.....O.....O.....O.....O